نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی — میرے جرم ہائے سیاہ کو ترے عفو بندہ نواز میں

شرح قصیدہ بانت سعاد

(اردو)

مرتبہ

ابوعاصم غلام حسین ماتریدی

مکتبۃ المصطفی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرف آغاز

صاحب قصیدہ بانت سعاد حضرت کعب بن زہیر بن ابی سلمی مزنی رضی اللہ عنہ (متوفی ۲۶ یا ۴۰ھ) مشہور معروف شاعر اور صحابی ہیں۔ **هو الصحابی کعب بن زهیر بن ابی سلمی المزنی من اهل نجد و احد فحول الشعراء المخضرمین المتقدمین ینسب الی مذینة احدی القبائل المضریة امه کبشه بنت عمار بن عدی بن سحیم بنی عبدالله بن غطفان وهی ام سائر ولد زهیر۔**

(دیوان کعب بن زہیر ص ۳) فتح مکہ کے بعد جن حضرات کو قتل کر دینے کا حکم دیا گیا تھا حضرت کعب بن زہیر بھی ان میں تھے۔ آپ توبہ کرتے ہوئے ڈرتے ہوئے جناب رسالت کی بارگاہ میں حاضری دینے کے لئے مدینہ شریف کی طرف چل پڑے اور خوف کی وجہ سے رات کو چلتے اور دن کو چھپ جاتے کہ اصحاب رسول ﷺ میں سے اگر کوئی دیکھ لے گا تو وہ قتل کر دے گا چنانچہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ جب مسجد (نبوی) کے دروازہ تک پہنچ گئے اور اپنی اونٹنی کو بٹھا دیا پوچھا گیا کہ تم کون ہو تو حضرت کعب بن زہیر نے کہا الناقة لی اونٹنی میری ہے۔ **وانا کعب الامان الامان** اور میں کعب ہوں امان چاہتا ہوں۔ اور کہا

لَقَدْ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ مُعْتَذِرًا ۔۔۔ وَالْعُذْرُ عِنْدَ کِرَامِ النَّاسِ مَقْبُوْلُ

حضرت ابوبکر صدیق نے پہچان لیا اور کہا یہ کعب بن زہیر ہیں (مصدق المفضل) اسلام اور اہل اسلام کے جو شعراء ھجو بیان کرتے تھے اور آپ کو اذیت دیتے تھے جن

کو فتح مکہ کے موقعہ پر قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا ان میں قریش کے شعراء میں ابن الزبعری، ھبیرۃ بن ابی وھب تھے اور یہ لوگ مکہ سے بھاگ گئے تھے۔

اور انہی میں حضرت کعب بن زھیر بھی تھے یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور حضرت بجیر کی ترغیب سے بارگاہ رسالت ماب ﷺ میں حاضر ہو کر اسلام اور حضرت کعب بن زھیر نے رسول اللہ ﷺ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا تھا اور نبی کریم ﷺ کے سامنے مسجد شریف میں یہ قصیدہ پڑھا جس کا نام قصیدہ بانت سعاد ہے۔ اور الاصابہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو پہننے کے لئے چادر عطاء فرمائی ابوبکر بن انباری کی روایت میں ہے کہ جب وہ اس شعر **ان الرسول لنور** کے آخر تک پہنچے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چادر جو آپ پر تھی ان کی طرف ڈال دی اور بعد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس چادر کیلئے دس ہزار درہم کی پیش کش کی۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا نبی اکرم ﷺ نے یہ چادر مجھے عنایت فرمائی ہے لہٰذا میں رسول اللہ ﷺ کے مبارک کپڑے کے ساتھ کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ جب کعب کا انتقال ہوا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ورثاء کی طرف بیس ہزار درہم بھیجے اور ان سے وہ چادر لے لی۔ ابوبکر بن انباری کہتے ہیں کہ وہ چادر مبارک آج تک سلاطین کے پاس ہے۔ (مواھب لدنیہ شرح قصیدہ بانت سعاد لابن ھشام)

حضرت کعب بن زھیر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر تو کعب بن زھیر سن چکے تھے کیونکہ پورے عرب میں آمد رسول ﷺ کی خبر پھیل چکی تھی مگر حضرت کعب بن زھیر اسلام لانے میں سبقت نہیں کر رہے

تھے اپنے آبائی دین پر قائم تھے آخر اللہ تعالیٰ نے رحمت وھدایت کا راستہ آسان کر دیا کہ فتح مکہ کے بعد تمام قبائل اسلام میں داخل ہونے لگے اور گستاخی کرنے والوں کو سزائیں ملنے لگیں کعب بن زھیر اور بجیر بن زھیر دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لئے نکل پڑے جب ابرق العزاق (بنی اسد کے پانی جو مدینے کی طرف جانے والے کے راستے میں ہے)۔ پر پہنچے اور کعب بن زھیر عصبیت اور عناد کی وجہ سے اسلام نہیں لانا چاہتا تھا اور نہ اسلام کی طرف دل میں نرمی پیدا ہوئی تھی۔ اس لئے اپنے بھائی بجیر سے مطالبہ کیا کہ تم (مدینہ میں) رسول اللہ ﷺ سے جا کر ملاقات کرو۔ اور ان کا معاملہ دیکھو اور سنو وہ کیا کہتے ہیں چنانچہ حضرت کعب بن زھیر رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کا کلام سنایا اور اسلام لائے۔
اسلام لانے کی خبر کعب کو ملی تو انہوں نے بجیر پر غصہ کرتے ہوئے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف اشعار تحریر کئے۔ ان اشعار کا علم رسول اللہ ﷺ کو ہوا۔ تو آپ نے کعب کو قتل کر دینے کو جائز قرار دیا۔ جب کعب بن زھیر کو علم ہوا تو ان کے لئے ساری زمین تنگ ہو گئی کوئی قبیلہ پناہ دینے پر تیار نہیں ہوتا تھا، اور خطرہ پیدا ہو چکا تھا کہ کوئی قتل کر دے گا۔ اس دوران بجیر نے لکھا تم مدینہ چلے آجاؤ اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ معذرت خواہی کرو اسلام قبول کرو۔ آپ ﷺ معاف کر دیں گے۔ جب ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو قصیدہ نظم کیا جس میں اعتذار اور مدح کا اظہار کیا۔ اور سابقہ اقوال وافعال سے توبہ کی تو حضرت کعب بن زھیر یا آٹھ یا نو ہجری کو اونٹنی پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ امان

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ اَنْتَ تم کون ہو۔ کہا میں کعب بن زہیر ہوں۔ فرمایا تم وہی ہو جس نے فلاں فلاں اشعار کہے ہیں؟ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابوبکر اس نے کون سا شعر کہا ہے؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھ کر سنایا

سَقَاکَ اَبُوْبَکْرٍ بِکَاسٍ رَوِیَّۃً　　　وَاَنْھَکَ المامور مِنْھَا عَلَّکَا

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تجھے خوب بھرا ہوا پیالہ پلا دیا ہے اور بار بار تجھ کو مامور (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس سے تجھے بار بار سیراب کیا ہے۔

حضرت کعب نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے یہ الفاظ تو نہیں کہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو پھر کون سے شعر کہا ہے۔ کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تو یہ اشعار کہا ہے:

سَقَاکَ بِھَا الْمَامُوْنُ کَاسًا رَوِیَّۃً　　　فَاَنْھَکَ الْمَامُوْنُ مِنْھَا وَعَلَّکَا

مامون (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تجھے خوب بھرا ہوا پیالہ پلا دیا ہے اور بار بار تجھ کو مامون (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سیراب کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار مکہ مامون اور امین کہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **مَامُوْنَ وَاللّٰہِ** (تمہیں اللہ کی قسم امان ہے)۔ (مستدرک) پھر حضرت کعب نے قصیدہ بانت سعاد پڑھا یہاں تک اس مدحیہ شجرہ پر پہنچ گے۔

ان الرسول لنور یستضاء بہ　　　مھند من سیوف اللہ مسلول

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا کعب بن زہیر کے شعر سنو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

حضرت کعب کو اپنی چادر عطا فرمائی جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کیا ہی خوب کہا ہے

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی　　　میرے جرم ہائے سیاہ کو ترے عفو بندہ نواز میں

قصیدہ بانت سعاد کی شروح وتراجم

یہ قصیدہ بانت سعاد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پڑھا گیا اور بطور انعام چادر عطا کی گئی۔ اس لئے اس کو قصیدہ بردہ بانت سعاد بھی کہتے ہے اور اس کی مقبولیت میں کوئی شک وشبہ نہیں پایا جاتا اس لئے کہ اہل علم حصول برکت اور عقیدت ومحبت سے اور حصول شفاعت ونجات کی خاطر پڑھتے رہے ہیں چنانچہ ۷۵ سے (زائد) اس کی شرحیں تحریر کی گئیں ہیں (بانت سعاد فی المامات شتی ص ۳۸)۔ اور ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

شرح بانت سعاد	ابوالعباس محمد احول بن حسن متوفی ۲۵۹ھ
شرح دیوان کعب بن زہیر	امام ابوسعد حسن بن الحسن السکری متوفی ۲۷۵ھ
شرح بانت سعاد	ابن درید محمد بن الحسن متوفی ۳۲۱ھ
شرح بانت سعاد	ابوبکر محمد بن القاسم الانباری متوفی ۳۲۸ھ
شرح قصیدہ بانت سعاد	ابوالبرکات لابن الانباری متوفی ۵۷۷ھ
شرح قصیدہ بانت سعاد	ابوزکریا یحییٰ بن علی خطیب تریزی متوفی ۵۹۲ھ
شرح قصیدہ بانت سعاد	عبدالطف البغدادی متوفی ۶۲۹ھ
ذخر المعاد فی معارضۃ بانت سعاد مخطوطہ	محمد بن سعید بوصیری ۶۹۶ھ
شرح قصیدہ بانت سعاد	لابن ھشام جمال الدین نحوی متوفی ۷۶۱ھ
حاشیہ علی شرح ابن ھشام	عبدالقادر بن عمر بغدادی متوفی ۱۰۹۳ھ

شرح قصیدہ بانت سعاد   موفق الدین حکیم عبداللطیف متوفی ۷۹۰ھ

شرح قصیدہ بانت سعاد   سید عبداللہ نقرہ کار متوفی ۸۰۰ھ

شرح قصیدہ بانت سعاد   شیخ عبدالقادر بن ابراھیم متوفی ۸۰۰ھ

شرح قصیدہ بانت سعاد   مجدالدین ابوطاھر بن یعقوب فروزآبادی متوفی ۸۱۷

شرح قصیدہ بانت سعاد   کعب بن زھیر لابن حجۃ الحموی متوفی ۸۳۷ھ

مصدق الفضل   قاضی شھاب الدین احمد متوفی ۸۴۹ھ دولت آبادی

شرح قصیدہ بانت سعاد   امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

شرح المراد قصیدہ بانت سعاد   احمد بن حجر مکی ۹۷۳ھ

شرح قصیدہ بانت سعاد مخطوطہ ناصر الناصری تالیف ۱۱۰۰ھ

اقصی المراد بشرح بانت سعاد مخطوطہ یوسف بن سالم خفی ۱۱۷۶ھ

جوھرالوقاد فی شرح بانت سعاد مخطوطہ احمد بن محمد الانصاری سن تالیف ۱۲۰۳ھ

ناضت سعاد شرح قصیدہ بانت سعاد عربی منظوم   مفتی الٰہی بخش کاندھلوی ۱۲۴۵ھ

الاسعاد علی بانت سعاد   شیخ ابراھیم باجوری متوفی ۱۲۷۷ھ

شرح قصیدہ بانت سعاد   خیرالدین مولیٰ متوفی ۱۸۸۳ استاد سلطان خاں

النکت الجیاد صدیق بن محمد سراج حنفی (کشف الظنون ج ۲ ص ۵۵ حاشیہ شرح ابن ھشام)

الارشاد شرح بانت سعاد (سندھی زبان میں)   عبداللہ مجددی سرہندی مطبوعہ

متعدد شروح مخطوطات کی صورت میں ہیں ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں

شرح قصیدہ بانت سعاد مخطوطہ   سید عبداللہ بن عمر

شرح قصیدہ بانت سعاد مخطوطہ   علامہ زین الدین عبدالعزیز

فتح باب سعاد شرح قصیدہ بانت سعاد مخطوطہ   علامہ علی بن سلطان القاری

الارشاد الی بانت سعاد   علامہ ذوالفقار علی مطبوعہ دہلی ۱۹۰۰ء

ترجمہ اردو و پنجابی قصیدہ بانت سعاد   قاضی محمد صدرالدین مطبوعہ لاہور شرح بانت

شرح بانت سعاد اردو   علامہ فضل احمد عارف

شرح بانت سعاد   اردو علی محسن صدیقی

ترجمہ قصیدہ بانت سعاد   رئیس احمد نعمانی

شرح بانت سعاد   سید مظاہر حسن امروی

الاسعاد شرح بانت سعاد   علامہ محمد بدرالاسلام الصدیقی التیمی

شرح قصیدہ بانت سعاد   علامہ عبدالرحمن آزاد مؤمی متوفی ۱۳۵۷ھ

شرح قصیدہ بانت سعاد   علامہ محمد عبدالمالک متوفی ۱۳۶۰ھ ۱۹۴۱

شروح کا انداز تحریر

وَقَدْ قَسَّمَهَا اِلَى اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ حسب طبعية هٰذِهِ شروح وَالْمَادَةِ التراثية الْغَالِبَةِ عَلَيْهَا شروح لغوية، ونحوية، وادبية، وصرفية، وصوفية

(قصیدہ بانت سعاد لکعب بن زھیر)۔

قصیدہ بانت سعاد کی شروح کی تعداد بعض کے نزدیک ۷۵ سے (زیادہ) ہے۔ اوران کا انداز تحریر مختلف ہے (ا) ان میں سے بعض وہ ہیں جن میں لغوی تحقیق زیادہ کی گئی ہے

جیسے شرح السکری، شرح خطیب التبریزی، شرح ابوالبرکات الانباری وغیرہ۔(۲)اور ان میں سے بعض وہ شروح ہیں جن میں نحوی قوائد زیادہ بیان ہوئے ہیں جیسے شرح عبد اللطیف بغدادی، شرح ابن ھشام نحوی، اور حاشیہ عبدالقادر بغدادی۔اور مختصر شرح ابن ھشام لابراھیم النخمی مصدق الفضل ملک العلماء قاضی شھاب الدین دولت آبادی ھندی کی ہے جس میں لغوی، صرفی، نحوی، معانی بیان بدیع عروض قوافی اور دیگر مطالب بیان کئے گئے ہیں۔(۳) بعض وہ شروح جن میں ادیبانہ رنگ زیادہ ہے ان میں زیادہ اھم شرح امام سیوطی کی **المسمی کنه المراد فی** بیان بانت سعاد ہے جس میں زیادہ ادبی رنگ غالب ہے۔(۴) بعض وہ شروح ہیں جو صوفیہ کرام کے طریقہ کے مطابق تحریر کی گئی ہیں جیسے الاسعاد فی تحقیق بانت سعاد شیخ محمد بن احمد بدیر القدسی، فتح باب الاسعاد شرح بانت سعاد لملاعلی قاری۔

قصیدہ بانت سعاد کی مقبولیت

اس قصیدہ بانت سعاد کو اہل محبت بڑے شوق اور محبت سے حصول برکت کی خاطر ہمیشہ پڑھتے رہے ہیں۔اسی لئے ملک العلماء قاضی شھاب الدین دولت آبادی متوفی ۸۴۸ھ مصدق المفضل شرح قصیدہ بانت سعاد کے لکھنے کا سبب بیان فرماتے ہیں **وانی قدکنت قاصدا ان اتبرک بھذا القصیدة الجلیلة لما ورد فیھا الفضیلة واتوسل ببسط ھذہ القصیدة المادحیة للنبی ﷺ الی جنابه واجعل نشر فوائدھا تحفةً الی بابه** (مصدق الفضل شرح بانت سعاد ص ۷)

امام جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں **والی اللہ تعالی ارغب ان یجعله وسیلة**

الی الممدوح بھا فی الشفاعة فی المحشر و امانا من النار اذا اشتد الخوف بوم الفذع الاکبر (کنہ المراد فی بیان بانت سعاد ص ۹۹)۔

شیخ نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں: **صارت ھذہ القصیدة احسن الوسائل الی الشفاعة و اوثق الذرائع الی الاغماض عن الشناعة ۔۔۔ وفازت بحسن القبول من جنابه، وقد جاز قائلھا بعطیة من جلبابه وقد قالوا افضل ھذہ القصیدة علی القائد الاخر الموشحة بمدحه صلی اللہ علیه وسلم کفضل الصحابة علی التابعین۔ و من بعدھم ھذا۔**

(ابجد العلوم قسم اول ص ۳۳۶۔۳۳۷)

ڈاکٹر صلاح الدین المنجد لکھتے ہیں **اھتم الاقدمون لھذہ القصیدة اھتماما بالغا وعدوھا من اعظم ماقیل فی مدح الرسول ورغم ان ماورد فیھا عن الرسول ﷺ نفسه لا یتجاوز الابیات العشرة وعنی بھا اھل الادب فشرحوھا وعارضوھا وحمسوھا** (مقدمہ قصیدہ بانت سعاد لتبریزی ص ۱)

عربی قصائد میں جو مرتبہ قصیدہ بانت سعاد کو حاصل ہوا وہ کسی اور قصیدہ کو حاصل نہیں ہوا نہ پہلوں میں اور نہ پچھلوں میں **بانت سعاد التی نالت من الحظوة والعنایة مالم تنله قصیدة عربیة عند الاولین والاخرین** (بانت سعاد فی المامات شتی ص ۷) اسی لئے اس کی شروح وحواشی کی تعداد سب سے زیادہ ہیں اور علماء اکرام قصیدہ بانت سعاد کے اشعار کو بطور شواھد پیش کرتے رہے ہیں اور اس کے معارضے (اس طرز پر) تحریر کئے جن کی تعداد ۳۶ سے زائد بیان کی جاتی ہے تخمیسات۔ تشطیرات علی

بانت سعاد تضمینات من بانت سعاد کی بھی تعداد بہت سی بیان کی جاتی ہے۔اور قصیدہ بانت سعاد کے دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمے کئے گئے ہیں۔اس لئے اس کو ام القصائد فی مدائح النبویۃ ﷺ کہنا مناسب ہوگا۔

یہ قصیدہ مبارکہ رسول کریم ﷺ کے سامنے پڑھا گیا اور آپ سن کر خوش ہوئے بعد کے علماء سلف وخلف نے اس کو پسند کیا اور اس کی شہرت حد تواتر معنوی تک پہنچ گئ ہے۔ اس کی متعدد موصول اور موقوف سندیں ہیں (توثیق قصیدہ بانت سعاد ص ۵۹)۔

قصیدہ بانت سعاد کے اشعار کی تعداد بانت سعاد کے اشعار کی تعداد میں اختلاف ہے۔ اس میں ۸ قول بیان کئے گئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے (۱) ۲۵ سے ۶۰ تک۔(۲) ۳۹۔(۳) تعداد ۴۸ سے ۵۳۔(۴) ۵۴۔(۵) ۵۵۔(۶) ۵۷۔(۷) ۵۸۔ (۸) ۵۹ (توثیق قصیدہ بات سعاد ص ۶۸)۔اور اسی طرح اس کے شعروں کی ترتیب اور بعض الفاظ میں اختلاف بھی مختلف نسخوں کی وجہ سے پایا جاتا ہے۔**وقد اختلف المصادر فی ترتیب بعض ابیات القصیدۃ وفی بعض الفاظھا** (مقدمہ شرح قصیدہ بانت سعاد ص ۷)۔مگر حضرت کعب بن زہیر کے قصیدہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔راقم الحروف نے ابیات کی تعداد ۵۹ سیرت ابن ھشام، البدایہ والنہایہ، المجموعۃ النبھانیہ فی مدائح النبویۃ سے نقل کی ہے۔

قصیدہ بانت سعاد کا اسلوب

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی لکھتے ہیں قصیدہ بانت سعاد کا اسلوب جاھلی قصائد سے مستعار ہے بعض کے نزدیک کل ۵۹ شعر ہیں جن میں ۱۳ شعر تشبیب کے ہیں جن کا لہجہ جاھلی ہے

ان میں محبوبہ سعاد کے فراق میں وصف محبوبی کا خیالی پیکر، خواہش وصال اور فاصلوں کی دقتیں بیان ہوئی ہیں۔مثلاً چودھویں (۱۴) شعر سے چونتیسویں (۳۴) شعر تک اس اونٹنی کے اوصاف کا تذکرہ ہے جو محبوبہ سعاد تک لے جانے کا ذریعہ ہو سکتی ہے یہ حصہ قدیم شاعری کی نہج پر اور اسی ماحول کا عکاس ہے۔پھر گریز کی منزل آتی ہے۔

تسعی الغواۃ جنابیھا وقولھم   انک یا ابن ابی سلمی لمقتول

اَب سفر دربار محبوب کا رخ بدل جاتا ہے۔اونٹنی کا رخ دیار سعاد کے بجائے دربار محبوب کائنات ﷺ کی طرف مڑ جاتا ہے اور شاعر نفس مضمون کی طرف لوٹتا ہے۔موت کی دھمکی سے وہ بے نیاز ہے کہ موت تو بہر حال آئے گی ہی۔

کل ابن انثی وان طالت سلامتہ   یوما علی آلۃ حدباء محمول۔

مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس حیات آفرین دربار سے ایسی دھمکی ملے اس لئے پکار کر کہتے ہیں۔

نُبِّئْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْعَدَنِیْ   وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مَاْمُوْلُ

مگر دربار کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہیں۔معذرت خواہ بھی ہیں اور عفو و کرم کے خواستگار بھی۔معذرت خواہی میں حاضری کا سامان ہوتا ہے۔اور حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ مدح رسول ﷺ میں ایک لا فانی بیت کہہ جاتے ہیں۔(فنانہ ہونیوالا)۔

ان الرسول لنور یستضاء بہ   مھند من سیوف اللہ مسلول

اور اخر میں مہاجرین کی مدح بھی کردی (برصغیر پاک وہند میں عربی نعتیہ شاعری ص ۳۰۵ مختصرا)۔

قصیدہ بانت سعاد کی ابتداء ہجر وفراق اور جفا کے ذکر سے کی گئی ہے اور موت وفنا کے تذکرہ پر ختم کیا ہے۔ اہل اشتیاق کے نزدیک ہجر وفراق اور موت وفنا میں کوئی فرق نہیں ہے اسی لئے ملا علی قاری قصیدہ کی ابتداء اور انتہاء کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں۔

قد ابتداء بذکر الفراق والجفا وختم بذکر الموت والفناء علی وصف الشهادة الموجبة للقاء فی دار البقاء ولا ارتیاب فی انه لیس بین الموت والفراق فرق عند ارباب الاشتیاق علی ان ذکر الموت هو منتهی امور المراد عند الانتهاء وان طال مدة الابتلاء فی دار البلاء من الابتداء فبلغ القصیدة فی الحسن اقصی غایته الی منتهی نهایته (فتح باب الاسعاد فی شرح قصیده بانت سعاد مخطوطه)۔

تجزیہ قصیدہ بانت سعاد

علم عروض وقوافی میں شعروں کے اوزان (بحور) ۱۶ بیان کے گئے ہیں اور قصیدہ لامیہ بانت سعاد کا بحر بسیط ہے یعنی **مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن۔**

صاحب مقالہ بانت سعاد لکھتے ہیں قصیدہ اشکارا بہ ۵ بخش متمایز قابل تجزیہ است۔ ۱۲ بیت اول ھائے نسیب معمول است کہ دران معشوقے خیالی ونام آشنا آھنک سفر دارد شاعر از درد جدائی می گرید واز بے وفائی یار گلہ می کند۔ ۲۱ بیت بعد (بیتہائے) ۱۳ تا ۳۳ وصف ناقہ شاعر است پس از آن شاعر بہ واقعات باز می گردد۔ ودور ۴ بیت

(بیتہائے ۳۴ تا ۳۷ ترس و پریشان حالی خود اپس تہدید پیامبر ﷺ وصف می کند ۱۳ بیت (بتیہائے ۳۹ تا ۵۱ شامل مدح حضرت رسول اظہار پشیمانی وعذر خواہی است بیت ۷ اخر نیز مدح مہاجرا است۔ (بانت سعاد)

تشبیب وتمہید (غزل کہنا حسن وجمال فراق وصال اور وفاداری بے وفائی اور اپنے دلی جذبات ودرد کا بیان کرنا ہے)

اور تشبیب شباب کو یاد کرنا۔ شعراء کی اصطلاح میں قصیدے کے آغاز میں مدح ممدوح سے قبل چند شعر عشقیہ لکھنا جس سے شاعر کی طبیعت بھڑک اُٹھے (فیروز اللغات)۔

محبوب کی صفت میں غزل کہنا۔ اصلی معنی آگ سلگانا عشق کا بیان کرنا (لغات کشوری)

تشبیب اور نسیب ان ابیات کا نام ہے جو قصیدے میں تمہید کے طور پر پہلے لکھے جائیں۔ تشبیب بمنزلہ جز وقصیدہ کے گویا اس کا دیباچہ ہے اور قصید کے ہی اشعار ہوتے ہیں۔

علامہ شہاب الدین دولت آبادی لکھتے ہیں **فَانْشَدَ قَصِیْدَتُهُ الَّتِیْ مَدح بِهِ النَّبِیَّ** ﷺ **وَاَصْحَابِهِ رِضْوَانِ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ بَعْدَ التَّشْبِیْبِ بِذِکْرِ محبوبتهِ سَعاد وَالْحَکَایَةُ عن مَحَاسنِهَا وَالشکایةُ مِنْ مَسَاوِیْٔ اَخلَاقِهَا ووصف نَاقَةَ بها یُبلِّغُ اِلَی الْاَرْضِ فِیْهَا سُعَادُ وذکر الوُشَاة، والسعاة والاعتذار عما نسب الیه** (مصدق المفضل ص ۹)۔

اذا شبب الشاعر بامراة۔ لیست فما یحل له وطؤها ردت شهادته ومن شبب ولم یعین احدا کعادة الشعراء فی مطلع قصائدهم لم ترد

شھادتہ (توثیق قصیدہ بانت سعاد ص ۴٦) ۔قصیدہ بانت سعاد میں ۱۳ شعروں میں تشبیب کا بیان ہے۔اوراس کے چار بڑے عنوان ہیں :

(۱)محبوبہ کی جدائی اوراس کے جمال اور بے وفائی کا تذکرہ۔

(۲)اونٹنی کی تعریف اوراس کے اوصاف کا بیان۔

(۳)رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عذرخواہی کرنا اور مہربانی طلب کرنا۔

(۴)رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اورمہاجرین کی مدح سرائی ہے۔

قصیدہ بانت سعاد میں چند جانوروں کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ ہرنی کا بچہ (۱) **اَغَنُّ** (۲) اوراونٹنی اوراس کے خصوصی اوصاف (۳) نیل گاؤں حمیرالوحش (۴) چچڑیاں **القراد** کرگٹ **الحرباء** (٦) ہاتھی **الفیل** (۷) جنگلی **شیر ضیغم بضراء الارض**۔ وغیرہ۔اورایک ایسی عورت کا جس کا اکلوتہ بچا فوت ہو گیا ہو اور وہ ماتم کرتی ہو۔

علماء کرام نے قصیدہ بانت سعاد کی شروح میں لغوی،صرفی،نحوی،بلاغی،عروضی اورادبی مسائل تفصیلا بیان کئے ہیں جو کہ عوام کے لئے مشکل ترین ہیں۔ان سے علماء کرام ہی استفادہ کرسکتے ہیں۔اس لئے راقم الحروف نے حصول برکت اور ذریعہ نجات اور شفاعت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر علماء کرام کے ارشادات کی روشنی میں قصیدہ بانت سعاد کی عام فہم شرح تحریر کرنے کی کوشش کی ہے۔تا کہ عوام بھی فائدہ اٹھا سکیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ شرف قبولیت عطا فرمائے۔آمین!

وَمَاتَوْفِیْقِی اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْب۔

۳ فروری ۲۰۱۴

سعاد کی جدائی اوراس کی بیوفائی کا تذکرہ

شیخ ابراہیم باجوری فرماتے ہیں: **وَکَانَ مِنْ جُمْلَةِ الْغَزْلِ وَالتَّشْبِیْبِ ذکر صَفَات الْحُبِّ کَالشَّضَفِ وَنَحْوُ صَدَرَ کَلَامَہٗ بِذِکْرِ الْفَرَاقِ لِیَتَدَتَّبَ عَلَیْہِ مَایَاتِیْ مِنْ لَوَازِمِ الْمُحَبَّةِ وَعَوَارِفِهَا وَلَا شَکَّ اِنَّ لِفَرَاقَ الاحَبَّةِ مِنْ اَشَدَّ الْاَلَامِ واعظم الاخرانِ فلذَقَالَ** (حاشیہ قصیدہ بانت سعاد ص ۸ لابراھیم باجوری)،

(۱) **بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِیْ الْیَوْمَ مَتْبُوْلُ ۞ مُتَیَّمٌ اِثْرَهَا لَمْ یُفْدَ مَکْبُوْلُ**

ترجمہ: جدا ہوگئی سعاد، پس دل میرا دل آج خستہ حال ہے۔وہ مارا مارا پھرنیوالا ہے پیچھے اسکے (اور وہ) نہ دیا گیا فدیہ ایک قیدی ہے۔

سعاد بچھڑ گئی اور میرا دل آج خستہ حال ہے جو اس کے قدموں کے نشانوں کے پیچھے چلتا ہے اور ایک ایسے قیدی کے مانند ہے جس کا فدیہ نہ دیا گیا ہو۔

اعراب: بانت فعل ماضی معروف۔تا علامت تانیث ہے۔سعاد فاعل فاسبیہ۔اور عاطفہ ہے۔جیسے **ان جئتنی فانا اکرمک**۔اگر تو میرے پاس ائے گا میں تیری عزت کروں گا اور کبھی دونوں کے لئے اتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا فوکز موسی فقضی علیہ (قصص ۱۰) فقضی میں فا عاطفہ ہے۔قلبی مرکب اضافی مبتد۔الیوم ظرف متبول کیلئے۔دن کا اطلاق رات کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہیں **واتوا حقه یوم حصاده** (سورہ انعام) اور یوم حنین متبول خبر مبتدا ہے۔اور متیم خبر ثانی۔یا ھو محدوف کی خبر ہے اثرھا متیم کا ظرف ہے لم یفد جملہ۔مکبول خبر مبتداء محذوف کی ہے۔

تشریح: بانت جدا ہوئی بہت دور ہوگئی، بہت دور ہوگئی۔اور بین اسماء اضداد میں سے

ہےاس لئے اس کا معنی جدائی اور وصل دونوں آتے ہیں۔ **فقلبی** تو میرا دل، **متبول** خستہ حال منقطع بیماری و کمزوری۔ **متیم** متلاشی، مارا مارا، پھرنے والا، تابعدار حکم ماننے والا۔ **اثرھا** کی جگہ عندا سم مکان ہے عند بمعنی حاضر اور قریب ہے مثال اول جیسے **فَلَمَّا رَاٰہُ مُسْتَصَرًّا عِنْدَہٗ**۔ دوسری مثال جیسے **عِنْدَ سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی۔ عِنْدَھَا جنۃ الماوی**۔ حضور وقرب معنوی بھی ہوتا ہے جیسے **قال الذی عندہ علم من الکتاب** اور جیسے **رَبِّ بْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ**۔ **اثرھا** اس کے قدموں کے نشان اثر بمعنی بعد اور پیچھے **لم یفد** فدیہ نہیں دیا گیا، **مکبول** مقید۔ مکبول مقید، قیدی، قید کیا ہوا۔ ایک نسخہ میں مغول ہے۔

الیوم آج، دن۔ **لم یفد** کی بجائے **لم یجز** بھی ایک نسخہ میں ہے اور جزاء سے بنا ہے۔ اس شعر میں جدائی وفراق کا ذکر ہے اس لئے کہ فراق وجدائی درد والم کا باعث ہے۔ کہ دل اس کے جال میں قیدی ہے اور اس قیدی کو کسی نے فدیہ دیکر آزاد نہیں کیا ہے۔ آزادی سے مراد وصل محبوب ہے۔

سعاد حضرت کعب بن زہیر کی زوجہ تھی تو ان کے فراق اور جدائی میں بانت سعاد فرمایا ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں **قد روی ان رسول اللہ ﷺ قال لہ لما قال بانت سعاد و من سعاد قال زوجتی یا رسول اللہ ﷺ قال لم تبن ولکن لم یصح ذلک وکانہ علی ذلک توھم ان باسلامہ تبین امراتہ والظاھرہ انہ کما اراد البیونۃ الحسیۃ لا الحکمیۃ واللہ اعلم** (البدایۃ والنھایۃ ج ۲ ص ۴۰۳)۔ ترجمہ: مروی ہے کہ جب (کعب بن زہیر) نے کہا بانت سعاد فقلبی الیوم

مبتول تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا سعاد کون ہے اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میری بیوی ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا وہ الگ نہیں ہوئی۔ مگر یہ روایت صحیح نہیں بشرط صحت گویا اس کا گمان ہو کہ مسلمان ہونے سے اس کی بیوی الگ ہوگئی ہے، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی جدائی سے اس کا مقصد حسی اور معنوی جدائی ہے نہ کہ حکمی (واللہ اعلم)۔

علامہ زرقانی متوفی ۱۱۲۲ لکھتے ہیں **ھی امراۃ و بنت عمہ، ذکرھا فی ھذہ القصیدۃ لطول غیبتہ عنھا لھروبہ من النبی** ﷺ (شرح الزرکانی فی علی المواھب الدینہ ج ۲ ص ۵۸)۔ یہ عورت سعاد ان کے چچا کی بیٹی تھی اس کا ذکر قصیدہ میں اس لئے کیا ہے طویل عرصہ اس سے غائب رہے نبی ﷺ سے بھاگنے کی وجہ سے۔ یا غیر معینہ عورت ہے صرف خیال وتخیل ہے اگر معینہ ہوتی تو اس پر نبی ﷺ انکار فرماتے۔

کیا سعاد سے مراد سعادت: شیخ محمد بن احمد بدید القدسی کی شرح کے متعلق سید ابراہیم اپنی کتاب قصیدہ بانت سعاد واثرھا میں لکھتے ہیں **اَنَّہٗ جَعَلَ اِسْمَ سعاد رَمْزًا لِلسَّعَادَۃِ التی یَتَطَلَّبَھَا العارف وَجَعَلَ النَّاقَۃَ او صفھا تَرْرِیَّۃً عن الھمۃِ۔ لَا تَفتر و لا تَستخسرُ فِی الطلب ثم سار اعلیٰ ذلک فی التفاصیل** (بانت سعاد فی اللمامات شتی ص ۵۰)

صاحب الجامع فی التاریخ لکھتے ہیں **لَا یُرِیْدُ فِی الْحَقِیْقَۃِ سُعَادُ وَاِنَّمَا یُرِیْدُ سَعْدًا۔ وَسَعَادَۃً فِیْ نَیْلِ رِضَی الرَّسُوْلِ ﷺ وَالنَّجَاۃِ مِنْ غَضَبِہٖ وَلِھٰذَا تَتَحَوَّلُ النَّاقَۃُ السَّرِیْعَۃُ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ بَعْدَ تَعَبٍ کَثِیْرٍ**۔ (الجامع فی التاریخ ص

۴۰۸)۔اس کی کچھ تفصیل حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتاویٰ سے خاتمہ کتاب بیان کی گئی۔

خلاصہ　اس مطلع تشبیب میں حضرت کعب اپنی محبوب بیوی سعاد کی جدائی اور اس کے فراق کا تذکرہ کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ ہجر وفراق میں اس کے دل کا برا حال ہے۔ جہاں جہاں محبوبہ کے نقش قدم دکھائی دیتے ہیں وہ ان کے پیچھے پاگلوں کی طرح مارا مارا پھرتا ہے اور اس کی حالت اس مایوس قیدی کی سی ہے جو زنجیروں میں بری طرح جکڑا ہوا اور اُسے رہائی کی کوئی امید نہ رہی ہو۔ نہ کوئی سفارش کرے اور نہ کوئی فدیہ دے کر چھڑائے۔(شرح قصیدہ بانت سعاد ص ۹۳)۔

---

(۲)وَمَا سُعَادُ غَدَاةَ الْبَیْنِ اِذْ رَحَلُوْا ۞ اِلَّا اَغَنُّ غَضِیْضُ الطَّرْفِ مَکْحُوْلُ

ترجمہ: اورنہیں (تھی) سعاد سحر فراق جب کہ انہوں نے کوچ کیا۔مگر ایک غنہ والی (ہرنی) نیچی جھکائے نگاہیں (اور) سرگیں چشم والی۔

(۱) جدائی کے روز سعاد نہیں تھی جب انہوں نے کوچ کیا مگر اس ہرنی جیسی جو غنہ سے آواز نکالتی ہے آنکھ جھکی ہوئی اور اس میں سرمہ لگا ہوا۔

اعراب: واو عاطفہ۔ ما مشابہ بلیس۔ سعاد اسم غداۃ البین ما کا خبر اسم اذ ظرف رحلوا۔ فعل ھم اس کا فاعل مستتر۔ بدل **غداۃ البین** سے الا اغن مستثنٰی مفرغ۔ الا ایجاب کے لئے ہے۔ اغن صفت ظبی کی ہے۔

تشریح: وما سعاد اور سعاد نہیں تھی۔ **غداۃ البین** جدائی کی صبح۔ رحلوا، **ظعنوا** کوچ کیا

ونہوں نے **اغن** ایسی آواز جس میں غنہ ہو۔ اَغَنُّ ہرنی کی صفت ہے جس کی آواز میں غنہ ہو کہ ناک سے آواز نکالے اور وہ محبوبہ کی آواز جو اقصی ناک سے نکلے اور نا کے بانسہ سے خارج ہو۔ اغن سے مراد چھوٹی ہرنی۔ **غضیض** پست نگاہ **طرف** آنکھ۔ **مکحول کحل** سے ہے سرمہ لگا ہوا، سرگین آنکھیں۔

شاعر نے محبوبہ کو جدائی کے وقت اس چھوٹی ہر سے تشبیہ دی ہے جو غنہ کسی اواز نکالے اور نظر جھکائے رکھے انکھوں میں سرمہ لگا ہو یہ خوبصورتی اور جمال کی صفتیں ہیں۔ جو ناک سے اواز نکالے اور نگاہ پست ہو اور اس کی انکھوں کے پلکوں میں سرمہ لگا یا ہوا ہو۔

خلاصہ　اس شعر میں شاعر نے اپنی محبوبہ کی الوداعی موقع کی تصویر کشی کی ہے اور حسن سوگوار کے حدوخال واضع کیے ہیں۔ صبح سویرے جب اُسے اس کے میکے والے ہودج میں بٹھا کر لے چلے تو وہ بڑی پیاری اور خوبصورت ہرنی دکھائی دے رہی تھی جس کی آواز پیاری اور آنکھیں حسین ہوتی ہیں۔ اس شعر میں سعاد کے حسن و جمال کا تذکرہ ہے اور وقت فراق اس کے غم کی شدت کا تاثر بھی۔ سرگین چشم ہونا اور نظر میں جھکائے ہونا اس کے شرم وحیا اور حسن کا آئینہ وار ہے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ اس کی آنکھیں غم فراق کی شدت سے آنسو بہا بہا کر ٹھیک نہ رہی ہوں اور سرمہ بھی بغرض علاج ہے۔

---

(۳)ھَیْفَاءُ مُقْبِلَةً عَجْزَاءُ مُدْبِرَةً ۞ لَا یُشْتَکٰی قِصَرٌ مِنْهَا وَلَا طُوْلُ

ترجمہ: وہ آتے ہوئے پتلی کمر والی ہے جاتے ہوئے بھری ہوئی سرین والی لگتی ہے اس

کے چھوٹے قد اور لمبے قد کی شکایت نہیں کی جاتی۔

تشریح: **ھیفاء** پتلی کمر والی۔ **مقبلة** انیوالی۔ **عجزاء** بھری ہوئی سرین والی۔ **مدبرة** پیٹھ پھیر کر جانے والی۔ یعنی شاعر کی محبوبہ اس کی نظر میں خوبصورت ہے تو جب وہ سامنے ائے وہ پتلی کمر والی ہے اور جب وہ پیٹھ پھیر کر جائے تو وہ بھری سرین والی ہے۔ لوگوں کے درمیان متوسط اور درمیانی قد والی ہے اس کی لمبائی اور کوتاہ پن میں عیب نہیں لگایا جاتا۔

علامہ ابی سعید السکر ی کی شرح دیوان کعب بن زھیر کے محقق ڈاکٹر صلاح الدین المنجد لکھتے ہیں۔ کہ یہ شعر جمہرۃ اشعار العرب **لابی زید القریشی** میں ہے۔

ولم اجد لھذا البیت فی غیر ھذا المصدر شرح دیوان ص ٦۔ مگر یہ شعر سیرت ابن اسحاق الروض الانف وغیرہ میں ہے۔

(۴) تَجْلُوْ عَوَارِضَ ذِیْ ظَلْمٍ اِذَا ابْتَسَمَتْ ۞ کَاَنَّهٗ مُنْهَلٌ بِالرَّاحِ مَعْلُوْلُ

ترجمہ: وہ چمکا دیتی ہے دانت چمک دار جب وہ مسکراتی ہے۔ گویا کہ وہ (منہ) بار اول پلایا گیا ہے شراب (اور) بار دگر بھی۔

(ا) جب وہ مسکرائے تو چمکدار دانت ظاہر کرتی ہے گویا اسے بار بار شراب پلائی گئی ہے۔

اعراب: تجلو فعل مضارع صیغہ واحد مؤنث ھی فاعل۔ عوارض مفعول بہ۔ ذی مضاف۔ ظلم مضاف الیہ **ابتسمت** فعل ماضی صیغہ واحد مؤنث ھی اس کا فاعل۔ کان حرف مشبہ بفعل اس کا اسم منھل خبر بالروح متعلق معلول منھل کی صفت ہے یا خبر ثانی ہے۔

مستدرک میں اس کے بعد یہ شعر ہے

10 شَجَّ السُّقَاةُ عَلَیْهِ مَاءَ مَحْنِیَةٍ ۞ مِنْ مَاءِ اَبْطَحَ اَضْحَی وَهُوَ مَشْمُوْلُ

اس پانی پر ملا دیا گیا ہو وادی کے کنارے سے انیوالے پانی کو کھلی وادی کا پانی صبح کے وقت لیا اس پر شمال کی طرف سے انیوالی ہوا گذرتی ہے۔

تشریح: **تجلو** ظاہر کرتی ہے اور چمکاتی ہے۔ **عوارض** دانت جوثنایا اور ڈاڑھ کے درمیان ہوتے ہیں۔ ذی ظلم سفید، چمکدار، دانتوں کا پانی۔ **ابتسمت** بسم مسکراتی یا مسکراتی ہے۔ **منھل** پہلی بار پہلا یا گیا۔ **معلول** دوسری بار پیلا یا گیا۔ **علل** دوسری بار پینا۔ الراح شراب اور بالروح بھی ہے۔ بے شک سعاد جب مسکراتی ہے تو دیکھنے والے کے لئے دانتوں کی سفیدی ظاہر ہوتی ہے گویا کہ ان دانتوں میں اچھی خوشبو ہے اور بلاشبہ کئی بار شراب پہلائی گئی ہے اور سفیدی پانی کی طرح ہے اور سرخی شراب کی طرح رنگ تو سفیدہ ہے مگر باسرخی مائل ہے۔

مطلب یہ ہے کہ سعاد جب تبسم کرتی تھی تو آبدار اور چمکیلے سفید سفید دانت نمایاں کر دیتی تھی جن سے بمینی بمینی مھک آتی تھی گویا انہیں بار بار وہ خوشبودار شراب پلائی گئی ہے۔

شیخ ابراھیم یاجوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں **وحاصل معنی البیت ان سعاد ازا ابتسمت تکثف فی تبسمھا عن انسان ذات ماو بریق وذات بیاض او رقة واطیب ثغرھا کانه مسقی بالراح مھلا علا ای اولا ثم تانیا** (حاشیہ ص ۱۸)۔

حضرت کعب بن زھیر نے شراب کا کیوں ذکر جبکہ شراحب ہو چکی تھی باوجود اس کے کہ وہ ام الحبائث ہے۔ **اجیب بانه جری فی ذلک علی عادة الشعراء من التعزل**

بذکر الحمد مع قرب عهده بالاسلام کما تقدم فی الکلام علی التغزل بالمراة (حاشیہ باجوری ص ۱۸)۔

خلاصہ   اس شعر میں شاعر اپنی محبوبہ کے تبسم، خوبصورت چمکدار دونتوں اور بوتے دہن کا تذکرہ کرتا ہے اور بتا تا ہے کہ اس کے لبوں پر اکثر تبسم رقصاں رہتا ہے اور مسکراتے وقت اسکے دانت سفید سفید خوب چمکدار ہوتے ہیں۔ مزید برآن سرخ سرخ منہ میں بوتے دہن اور سرخی ایسی لگتی ہے جیسے اس نے بار بار خوشبودار شراب پی ہو۔ ثعالی نے الراح کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اس کا نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ اُسے پی کر شرابی خوش ہوتا ہے یک گونہ بے خودی کی کیفیت محسوس کرتا ہے اور اسے اس کی بو بھلی لگتی ہے۔

ابن الرومی نے اپنے شعار میں اس شباب کا تذکرہ کیا ہے

وَاللهِ مَا اَدْرِیْ لِاَیَّةِ عِلَّةٍ   یدعونها فی الراح باسم الراح

الریحها ام روحها تحت الحشاء   ام لارتیاح ندیمها الموتاح

بخدا پتہ نہیں کہ کس وجہ سے راح کو راح کے نام سے یاد کرتے ہیں آیا اس کی خوشبو کی وجہ سے یا راحت اندرونی کی بدولت یا ندیم خوش باش کو خوش کر دینے کی صفت کی وجہ سے؟

اشعار میں ذکر بادہ ناب دورِ جاہلیت سے چلا آتا تھا۔ چنانچہ مخضرمی شعرا کے یہاں کسی قدر یہ چیز باقی رہے۔ حضرت حسان بن ثابت نے اپنے قصیدہ ہمزیہ میں جوانہوں نے فتح مکہ کے روز یا اس سے تھوڑا عرصہ پہلے پڑھا اس میں بھی اس خانہ خراب کا ذکر ہے ان کے اشعار یہ ہیں

کان سبیة من بیت راس   یکون مزاجها عسل و ماء

علی انیابها، او طعم غض   من التفاح هصره الجناء

لیکن حضرت حسان کے دور آ کر کی شاعری میں ذکر شراب سے اجتناب کا رجحان غالب ہے۔ حضرت کعب میں جب اسلامی تعلیمات پوری طرح راسخ ہو گئیں تو شراب و شاہد کا ذکر خواب و خیال میں بھی ناگوار محسوس ہو رہا تھا۔ چنانچہ انہوں نے بعد کے اشعار میں اظہار خیال کیا ہے۔

هو الحافظ باللیل میتا   علی انه حی من النوم مثقل

من الاسود الساری و ان کان تائرا   علی حدنابیه السمام الممثل

ترجمہ: خداوند تعالیٰ رات کے وقت سونے والے شخص کا محافظ ہے کیونکہ وہ ذات پاک نیند سے بے نیاز ہے، زندہ و بیدار ہے اور نظام کائنات کو قائم رکھنے والی ہے۔

وہ ذات رات کو چلنے والے کالے ناگ سے بھی بچالنے والی ہے جو بڑا کینہ ور ہوتا ہے اور اس کے دانتوں پر نشہ آور زہر ہوتا ہے۔ (تاریخ الادب العربی شوقی ج ۲ ص ۸۷)

مخضرمی شعرا کے ہاں دور جاہیت کے شعراء کی طرح قصیدے میں تشبیب کی رروایت رہی ہے۔ اور اس روایت سے گریز اور اجتناب وہ نہیں کر سکے۔ (شرح قصیدہ بانت سعاد ص ۹۸)۔

---

(۵) **شُجَّتْ بِذِیْ شَبَمٍ مِنْ مَاءِ مَحْنِیَةٍ ۞ صَافٍ بِاَبْطَحَ اَضْحٰی وَهُوَ مَشْمُوْلُ**

ترجمہ: وہ (شراب) ملاتی گئی ساتھ ٹھنڈے پانی کے (بالخصوص) پانی طرف وادی

سے، وہ (پانی) صاف ہے کھلی وادی کا جو سویرے لیا گیا اور وہ باشمال زدہ تھا۔

(۱) جس شراب کی سختی کو ختم کر دیا گیا ہو وادی کی ایک طرف کے ٹھنڈے پانی سے جو صاف ہو، پتھریلی زمین میں بہہ رہا ہو جس پر شمال کی ہوا چل رہی ہو۔

اعراب: شجت فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث ھی نائب فاعل جس کا مرجع الروح ہے۔ توڑا گیا اس کا پردہ باجارہ ذی مضاف شبم مضاف الیہ۔ ماء کی محذوف کی صفت ہے فعل کے متعلق من جار ماء مضاف محنیۃ مضاف الیہ۔ دوسری صفت صاف پانی کی صفت۔ باطح بانی کی صفت۔ اضحی بافعل تامہ ہے فاعل ضمیر ہے۔ واو زائدہ ھو مبتدء مشمول خبر (مختصر شرح بانت ص ۱۷۰)۔

تشریح: **شجت** ملا گیا۔ بلندی سے توڑا گیا محنیۃ وادی کا کنارہ جس میں کنکریاں ہوں۔ **بذی شبم** اولوں والا پانی۔ **محنیۃ** وادی، **ابطح** ریتلی زمین مشمول، پانی بہنے کی وسیع جگہ۔ اس پر شمال کی ہوا چلتی ہے، اضحی چاشت کے وقت لیا گیا، صبح کا وقت۔ لیا شاعر اپنی محبوبہ کے تھوک اور لعاب کی تعریف کرتا ہے تشبیہ دیتے ہوئے ایسی شراب کے ساتھ جو ملی ہوئی ہو اس صاف پانی کے ساتھ جو ان صفتوں سے موصوف و منعوت ہو۔ جن کا ذکر شعر میں کیا گیا ہے۔ یعنی وہ شراب جس کی تیزی سرد پانی سے توڑ دی گئی ہو پتھریلی وادی کے صاف وشفاف پانی کی طرح جس پر شمال ہوائیں چل چکی ہوں جو صبح صبح سورج کی تمازت سے پہلے لے لیا گیا ہو۔

خلاصہ اس شعر میں شراب کی ایک صفت تیزی و تندی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس میں آب آمیزی کی نشاندہی کی گئی ہے اور عرب جیسے گرم ملک میں ٹھنڈا اور صاف

پانی جہاں جہاں سے اور جن جن حالات میں ملنا ممکن ہو سکتا تھا، ان سب کا تفصیل کے ساتھ تذکرہ کر دیا گیا ہے۔ یہ ٹھنڈا صاف پانی پہاڑوں سے گھری ہوتی وسیع وعریض وادی سے میسر آسکتا ہے۔ خصوصا ایسی وادی سے کہ جس میں مٹی کی بجاتے چھوٹے طھوٹے سنگریزے ہوں اور وہ پانی حاصل بھی ایسے وقت کیا جاتے جبکہ سورج بلند ہو کر ابھی گرم نہ ہوا ہو۔ مزید برآن اس پانی پر ساری رات بادشمال چلتی رہی ہو۔ یہ بادشمال عرب کے علاقوں میں جب چلتی ہے تو حد درجہ ٹھنڈی ہوتی ہے اور اس کی زد میں جو چیزیں آتی ہیں وہ بھی ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ ایسا ہی جامع الصفات پانی اس شراب میں ملایا گیا ہے جس سے اسکی لطافت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

---

(۶) تُنْفِيْ الرِّيَاحُ الْقَذَى عَنْهُ وَاَفْرَطَهُ ۞ مِنْ صَوْبِ غَادِيَةٍ بِيْضٌ يَعَالِيْلُ

ترجمہ: دور ہٹا دیا ہواؤں نے خس وخاشاک کو اس (پانی) سے اور اُسے بھر دیا بارش صبح کے بادل کی نے (اور) تھے سفید بلبلے۔

(۱) ہوائیں اس سے تنکوں کو اڑا لیتی ہیں اور صبح کی بارش کی وجہ سے سفید بلبلے اس میں کثرت سے ہوں۔ قذی کھاس کے تنکے جو پانی پر پڑھے ہوں۔

تشریح: **القذی** گرد وغبار، کوڑا کرکٹ۔ عنہ اس پانی سے۔ **افرطہ** اسے بھر دیا ملا دیا صوب بارش، بارش برسانے والا بادل۔ **غادیۃ** صبح کا بادل، صبح کو بارش برسانے والا بادل۔ **بیض** سفید بادل، سفید پہاڑ۔ **یعالیل** بلبلے، پہاڑ، بڑے بڑے بادل، بار ہونے والی بارش **واحد یعلول** (زمین کو پانی سے سراب کرتا ہے) اس لئے یعلول

کہتے ہیں غادریۃ صبح ایک نسخہ میں ساریۃ ہے بمعنی بادل رات کو چلتا ہے رات کو برستا ہے۔ **بیض یعالیل** سفید بلبلے۔یعنی بیشک ہوائیں پانی سے کوڑا کرکٹ گھاس کے تنکو اور میل کچیل دور کردیتی ہیں یہاں تک اس پانی کو کوئی چیز مکدر چیز نہیں کرتی رہتی اور یہ صاف ٹھنڈا پانی جس میں شراب ملادی ہے۔ایک نسخہ میں تنفی کی بجائے تجلو ہے۔
مطلب یہ ہے کہ اس وادی کے پانی سے ہواوں نئے تنکے وغیرہ اڑاکر اسے آئینہ کردیا ہوا اور اس سے پہلے صبح کی بارش سے اس پر بلبلے پڑ چکے ہوں۔

خلاصہ پیش نظر شعر میں شراب میں ملائے جانے والے صاف، شفاف اور خنک پانی کی صفت اور کیفیت کی مزید وضاحت کردی گئی ہے۔

سعاد کی عہد شکنی اور بیوفائی کا زکر

(۷) **فَيَا لَهَا خُلَّةً لَوْ اَنَّهَا صَدَقَتْ ۞ بِوَعْدِهَا اَوْ لَوَ اَنَّ النُّصحَ مَقْبُوْلُ**

ترجمہ: پس کتنی اچھی ہے وہ محبوبہ کاش وہ سچی بھی ثابت ہوتی اپنے وعدوں میں یا کاش نصیحت (ہی اسکے ہاں) قبول ہوجاتی۔

(۱) اس کی دوستی پر ہائے افسوس اگر وہ اپنے وعدہ کی سچی ہوتی یا کاش وہ نصیحت کو قبول کرنے والی ہوتی۔پس کتنا افسوس ہے اس محبت وصداقت والی سعاد کا، کاش وہ اپنے وعدے کی سچی ہوتی اور کاش وہ میری نصیحت قبول کرلیتی (تو اس کی محبت اور صداقت مکمل ہوجاتی)۔

تشریح: **فا** برائے تعجب ہے ایک نسخہ میں **یاویحہا** ہے اور ایک دوسرے نسخہ میں **ویل امہا، فیالہا** کلمہ تعجب، کیسی اچھی ہے (افسوس)۔بھی مذکور ہے اور ایک نسخہ میں

اکرم بہاخلۃ ہے۔وہ محبوبہ کیا شرافت والی ہوتی ما اکرما کے معنی میں ہے۔ **مَا اَكْرَمُ** جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا** (سورہ مریم ۳۸)۔ کتنا سنیں کے اور کتنا دیکھیں گے جس دن ہمارے پاس حاضر ہوں گے۔ **اَكْرِمُ** فعل تعجب ہے اور اس کے دو صیغے سر **مَا اَفْعَلَ** (۲) **اَفْعِلْ** جیسے **مَا اَحْسَنَ وَاَحْسَنْ**۔
اور ایک نسخہ میں **سَقْيًا لَهَا خُلَّةً** وہ محبوبہ کتنی اچھی ہوتی۔ **فَاَوَيْهَا** اور یہ کلمہ ترحم ہے اس کے لئے بولا جاتا ہے جو ہلاکت میں گرے مستحق افسوس نہ ہو جیسے نبی ﷺ نے فرمایا **وَيْحَ عَمَّارَةٍ تقتله الفئة الباغية** (حاشیہ باجوری ص۲۶) مراد اظہار افسوس ہے اور ایک بعض نسخوں میں **اکرم بہاخلق** ہے اور اکرم فعل ترجب بہا اس کا فاعل۔اکرم کے دو معنی میں اور پہلا معنی مراد کے زیادہ قریب ہے ان المراد بہ کرم الحسب واشرف والاواوھہ ای الثانی دوسرا معذ سخاوت جو بخل کے خلاف ہے۔اور ایک نسخہ میں **اَوْلَوْ** کی جگہ **وَلَوْ** بغیر ہمزہ کے اور **لَوْ** شرط کے لئے ہے۔او بمعنی واو او بمعنی بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ**۔ (سورہ صفات) ایک لاکھ کی طرف بلکہ زیادہ کی طرف۔مقبول منظور، قابل قبول۔

شاعر اپنی محبوبہ کی جدائی پر غم کرتے ہوئے کہتا ہے بیشک البتہ وہ اگر اپنے وعدہ میں سچی ہوتی ہے اور میری نصیحت قبول کرتی ضرور کامل صفتوں اور مکمل کمال والی ہوتی ہے۔
کیونکہ اس میں سب خوبیاں ہیں صرف ایک نقص بےوفائی ہے چنانچہ شاعر کہتا ہے:

جز این قدر نتواں گفت در جمال تو عیب   که حال مہر و فا نیست روئے زیبارا

خلاصہ شاعر کو اپنی محبوبہ گئے صورت اور سیرت ہر اعتبار سے اچھا اور لائق محبت

ہونے یقین ہے لیکن اُسے ہر شاعر اور ہر عاشق کی طرح اپنے محبوب سے وعدہ خلافی کی شکایت ہے۔ اس لیے وہ حسرت بھرے لہجے میں کہتا ہے کہ اگر وہ از خود وعدے وفا نہیں کرتی تو کم از کم ایفائے عہد کے بارے میں میرے نصیحت پر جو سراسر خلوص اور خیر خواہی پر مبنی ہے۔۔۔ کان دھر لیتی۔

اس شعر اور مابعد کے اشعار میں محبوبہ کی بے وفائی کا جو چرچا کیا گیا ہے اس کے دو مقصد ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ سعاد کے حسن و جمال کا تذکرہ سن کر کہیں سامعین کے دل میں اس سے محبت کی پینگیں بڑھانے کی خواہش نہ پیدا ہو جاتے لہٰذا رقیبوں کی حوصلہ شکنی کے لیے وانستہ کرنے سے جنون عشق میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور اُسے جان کی ہلاکت کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا لہٰذا اپنی تسلی خاطر کے لیے کچھ شکایر کر دی۔

(۸) لٰكِنَّهَا خُلَّةٌ قَدْ سِيطَ مِنْ دَمِهَا ۞ فَجْعٌ وَوَلْعٌ وَإِخْلَافٌ وَتَبْدِيلُ

ترجمہ: لیکن وہ تو ایسی محبوبہ ہے کہ ملا ہوا ہے اس کے خون سے درد فرقت، جھوٹ موٹ، وعدہ خلافی اور تلون۔

(ا) لیکن وہ ایسی دوستی والی ہے کہ اس کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے ستم ظریفی، عیاری وعدہ خلافی اور تلون مزاجی۔

تشریح: **فجع** مصیبت، **ولع** جھوٹ۔ اخلاف وعدہ خلافی ٹال مٹول۔ جن اوصاف کا ذکر کیا گیا وہ اس کے گوشت اور خون کے ساتھ خلط وملط ہو چکے ہیں۔ معنی یہ ہے کہ اس محبوبہ کی صداقت کو اس میں جھوٹ وعدہ خلافی اور مصیبتو سے گھبرانا جزع وفنوع کرنا ہے یہاں تک کہ یہ صفتیں اس کی عادت اور طبیعت بن چکی ہیں جو اس سے جدا نہیں

ہو سکتی۔ **ساط الدم والشراب** کہ اس نے خون اور شراب کو ملا دیا۔

خلاصہ شاعر کہتا ہے کہ اس کی محبوبہ بڑی بے وفا واقع ہوئی ہے اور بے وفائی اس کے رگ وپے میں رچی بسی ہوئی ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے عاشق زار کو درد فرقت میں مبتلا رکھتی ہے، اپنی محبت کو جھوٹ موٹ چھپاتی ہے، وعدہ خلافی کرتی اور ہر آن بدلتی رہتی ہے۔

لیکن وہ اس بے وفائی ہر مجبور ہے کیونکہ بے وفائی اس کی فطرت کا ایک حصہ بن گیا ہے اور جفا اس کے خون میں ملتی ہوتی ہے۔

(۹) فَمَا تَدُومُ عَلَى حَالٍ تَكُونُ بِهَا ۞ كَمَا تَلَوَّنُ فِي أَثْوَابِهَا الْغُولُ

ترجمہ: پس نہیں وہ ہمیشہ رہتی ایک چال پر جس پر وہ ہوتی ہے۔ جس طرح رنگ بدلتا ہے اپنے کپڑوں میں ول بیابانی۔

(ا) وہ اس حال پر ہمیشہ نہیں رہتی جس پر وہ ہوتی ہے گویا اس کے کپڑوں میں غول، بیابانی ہیں جو رنگ بدلتے رہتے ہیں۔

تشریح: **الغول** بھوت دیو جن جو چیز اچانک اُ کر دبائے غول سے مراد وہ جن ہیں جو رات کو پے در پے دکھائی دیتے ہیں اور سعلات سے مراد وہ جن ہیں جو دن کو دکھائی دیتے ہیں۔ (الروض الانف) مراد جادوگر جن ہے۔ علامہ یوسف نبھانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ھی اناث الشیاطین (حاشیہ مجموعہ نبھانیہ)۔ **تذعم العرب انها ساحرة الجن تظهر فی الفلاة بالالوان شتی تضلل من یتبعها** (حاشیہ سیرت ابن ہشام)۔ یعنی بیشک اس کی محبوبہ اپنی محبت میں ایک حالت پر نہیں رہتی اس کے ساتھ اپنے حالت بدلتی رہتی ہے جیسا کہ غول مختلف صورتیں بدلتا رہتا ہے اسی طرح

یہ بھی بدلتی رہتی ہے۔

(۱۰) وَمَا تُمَسِّکُ بِالْعَهْدِ الَّذِیْ زَعَمَتْ ۞ اِلَّا کَمَا یُمْسِکُ الْمَاءَ الْغَرَابِیْلُ

ترجمہ: اور وہ نہیں پکڑتی عہد کو جسے کہ وہ باندھتی ہے مگر جس طرح پکڑتی ہیں بس پانی کو چھلنیاں۔

(۱) جو وعدہ کرتی ہے اس پر قائم رہنے کا یہ عالم ہے جیسے چھلنی پانی کو پکڑتی ہے یعنی پائی اس سے نکل جاتا ہے۔

تشریح: **ماتمسک** وہ اپنے وعدہ پر قائم نہیں رہتی۔**زعمت** جو باندھتی ہے۔بے وفائی وعدہ خلافی میں چھلنی کی طرح ہے اسی لئے اسے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح چھلنی میں پائی نہیں ٹھہرتا اسی طرح یہ اپنے وعدہ پر قائم نہیں رہتی ہے۔اور یہ شاعر کی طرف سے اس کی عہد شکنی اور وعدہ خلافی میں مبالغہ ہے۔ع نہ صبر دردل عاشق نہ آب درغربال۔

خلاصہ یہ شعر بھی شاعر کی محبوبہ کی بے وفائی اور وعدوں پر قائم نہ رہنے کی نشاندہی کرتا ہے جس طرح چھلنی میں پانی نہیں ٹھہر سکتا اسی طرح اس کی محبوبہ اپنے وعدوں پر زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتی۔فارسی ادبیات میں یہ ضرب المثل موجود ہے۔

نہ صبر وردل عاشق   نہ آب درغربال

(۱۱) فَلَا یَغُرَّنَّکَ مَا مَنَّتْ وَمَا وَعَدَتْ ۞ اِنَّ الْاَمَانِیَّ وَالْاَحْلَامَ تَضْلِیْلُ

ترجمہ: پس نہ فریب دیں تجھے، جو امیدیں وہ دلائے اور جو وعدے وہ کرے درحقیقت (یہ) آرزوئیں اور سہانے سپنے ہیں تو بس گمراہ کن۔

(۱) جو وہ آرزوئیں دلائے اور وعدے کرے وہ تجھے دھوکے میں نہ ڈال دیں بے شک

انسان کی آرزوئیں اور خواب انسان کو گمراہ کردیتی ہیں۔

تشریح: **فَلَا یَغُرَّنَّکَ** تو نہ ہرگز دھوکے میں نہ ڈال دیں تجھ کو **مامنت** جو آرزو دلائے، امیدیں دلائے۔**وَمَا وَعَدَتْ** اور جو وہ وعدے کرے **اِنَّ الْاَمَانِیَّ** بیشک آرزوئیں **وَالْاَحْلَامَ** اور خوابیں **تَضْلِیْلُ** گمراہ کن کردیتے ہیں **تضیع اوقات کا سبب** بن جاتے ہیں۔امانی امنیۃ کی جمع آرزو۔احلام حلم کی جمع۔خواب تضلیل گمرہ کرنا۔شاعر اپنے اپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا محبوبہ باتوں وعدون کے دھوکے میں نہ آنا اس لئے کہ اردو میں خوابیں موجب گمراہی ہیں۔

خلاصہ محبوبہ کے ہجر وفراق کو ترک کردینے کے وعدے اور وصل کی امید دلانا فریب کے سوا کچھ نہیں۔انسان آرزدئیں کرکے اور توقعات وابستہ کرکے جو خواب دیکھتا ہے وہ محض خواب وخیال ہی ہوتے ہیں۔اور کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوتے لہٰذا کسی بے وفا سے امید وفا اور درستمگر محبوب سے توقع وصال سراسر فضول ہے۔

(۱۲) کَانَتْ مَوَاعِیْدُ عُرْقُوْبٍ لَهَا مَثَلًا ۞ وَمَا مَوَاعِیْدُهَا اِلَّا الْاَبَاطِیْلُ

ترجمہ: تھے وعدے عرقوب کے اس کے لیے بطور مثال اور نہیں ہیں وعدے اس کے مگر باطل ہی باطل۔

(۱) اس کے وعدہ کی مثال عرقوب کے وعدوں جیسی ہے اور اس کے وعدے محض باطل وعدے ہیں۔

تشریح: کانت (ہوگئے)۔مواعید وعدہ کی جمع مواعیدھا کی ضمیر واحد مونث غائب سعاد کی طرف راجع ہے یعنی سعاد کے وعدوں کی مثال عرقوب کے وعدوں کی سی ہے در

اصل اس کے وعدے بجز غلط اور باطل ہونے کے اور کچھ نہیں۔ **عرقوب** ایک آدمی کا نام ہے جو قوم عمالقہ سے تعلق رکھتا تھا اور وعدہ خلافی میں مشہور تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اس کی محبوبہ جب وعدہ کرتی ہے تو وعدہ پورا نہیں کرتی اور وہ اس طرح وعدہ پر نہیں رہتی جس طرح عرقوب کے وعدے ہوتے ہیں اور وہ وعدہ خلافی میں ضرب المثل ہے۔

خلاصہ: ے عرقوب عمالقہ میں سے ایک شخص تھا۔ پورا نام عرقوب بن معبد اور بنی عبد شمس بن ثولبہ سے تھا۔ اس نے ایک ابار ایک شخص کو کھجوریں دینے کا عودہ کیا جب کھجوریں نیم پختہ ہوگئیں تو وہ لینے آیا لیکن اس نے کہا کہ جب یک جائیں گی تو آ کر لے جانا۔ پکنے پر آیا تو یہ کہ کرٹر خادریا کہ خشک تو ہونے دو۔ جب خشک ہوگئیں تو گھر میں سنبھال کر رکھ لیں اور وہ لینے آیا تو کہنے لگا میں نے کب وعدہ کیا تھا، جاؤ بھاگ جاؤ (شرح شیزری) صاحب الاغانی نے عرقوب کو شیرب (مدینہ منورہ) کے قبیلے اوس کا زخص قرار دیا ہے اور اس کی بدعہدی کے بارے میں التلمس کا شعر نقل کیا ہے۔

من کان خلف الوعد شیمته　　　والعذر عرقوب له مثل

یعنی جس شخص کی عہدی اور بے وفائی فطرت اور عادت بن گئی ہو تو اس کے لیے عرقوب کی مثال موجود ہے۔

دیدار کی امید

(۱۳) اَرْجُوْ وَآمُلُ اَنْ تَدْنُوَ مَوَدَّتُهَا ۞ وَمَااِخَالُ لَدَيْنَامِنْكِ تَنْوِيْلُ

ترجمہ: میں امید کرتا ہوں اور آس لگائے ہوں کہ قریب ہوجائیگی محبت اسکی اور نہیں خیال آتا پاس ہمارے تیری جانب سے کسی عنایت کا۔

(ا) میں امید اور آرزو رکھتا ہوں کہ اس کی محبت قرب عطا کرے گی جبکہ تیری طرف سے میرے ہاں عنایت کا خیال بھی نہیں۔

تشریح: ارجو میں امید کرتا ہوں۔ امل ارزو کرتا ہوں۔ تدنو قریب کرے **مَوَدَّتُهَا** اس کی دوستی ایک نسخہ میں یہ ہے **اَنْ يَعْجَلْنَ فِيْ اَبَدٍ**۔ مااِخال مصدر ہے بمعنی خیال کرنا، تصور کرنا۔ اَخَالُ صیغہ واحد متکلم فعل مضارع بمعنی میں خیال کرتا ہوں۔ لدینا ہمارے نزدیک **منک** تجھ سے۔ **تنویل** عطا بخشش اور یہاں بمعنی وصل ایک نسخہ میں ہے **تَنْجِيْلُ** یعنی اس کی طرف سے وصل کی امید نہیں ہے پھر بھی دیدار محبوب کا امیدوار ہے۔ محبوبہ میں جفا کرنا وعدہ خلافی کرنا اور بے وفائی کرنا اس کی عادت ہے اس کی روش بے وفائی کے باوجود اس کے وصل سے مایوس و ناامید نہیں ہوں بلکہ **انني لا رجوان تعجل بالوصل** بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ وہ جلدی وصال کی دولت سے مالا مال کرے گی۔ اس میں ایک خاص اشارہ ہے کہ ایک محب مجازی مجازی محبوبہ سے مایوس نہیں ہوتا تو بندہ محب کو محبوب حقیقی سے ہرگز مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ معرفت اور وصال کی امید رکھنا چاہیے۔

ہم کو ان سے ہے وفا کی امید　　　جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

خلاصہ　محبوبہ کی مسلسل بے وفائی، خلاف عہدی اور جور و جفا کر دیکھتے ہوئے اس سے پھر بھی امید وصال ہے۔ اگر مااخال میں ما نافیہ کی بجائے موصول سمجھا جائے تو شعر کے معنی یہ ہوں گے کہ میں بیم ورجا کی کیفیت میں مبتلا ہوں کہ اس کی محبت مجھ سے قریب ہوگی یا نہیں اور وہ چیز (وصال کی) عطاو بخشش جو تیری جانب سے ہمیں خیال آتی ہے،

وہ بھی میسر ہو گی یا نہیں۔ایک روایت میں اس کے بعد یہ شعر ہے

اونٹنی کی صفتیں

(۱۴) اَمْسَتْ سُعَادُ بِاَرْضٍ لَا یُبَلِّغُهَا ۞ اِلَّا الْعِتَاقُ النَّجِیْبَاتُ الْمَرَاسِیْلُ

ترجمہ: پہنچ گئی ہے (شام کو) سعاد ایسی سرزمین میں کہ نہیں پہنچا سکتا کوئی وہاں سوائے عمدہ، شریف نسل تیز رفتار اونٹوں کے۔

(۱) سعاد اس جگہ چلی گئی ہے جہاں تک عمدہ نسل کی اعلیٰ اونٹنیوں کے سواء کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

تشریح: امست شام کے وقت سعاد پہنچ گئی۔اس زمین میں **الْعِتَاقُ، عتیق یا عتیقہ** کی جمع عمدہ نسل کے اونٹ یا اونٹنیاں، **نَجِیْبَاتُ نجیبة** کی جمع تیز رفتار اونٹنیاں مراسیل مرسال کی جمع تیز رو اونٹنی۔اگلے پاؤں کو تیز حرکت دینے والے۔یہاں سے قصیدہ کی دوسری قسم کا بیان ہو رہا ہے۔اور اس میں اونٹنی کی تعریف اور اس کے اوصاف کا ذکر کیا جا رہا ہے۔جو شاعر کو محبوبہ کی طرف لئے گئی تھی۔

معنی یہ ہے کہ بیشک اس کی محبوبہ اس سے دور ہو کر دور کی زمین میں چلی گی ہے۔وہاں تیز رفتار قوی اا اونٹنی کے بغیر کوئی نہیں پہنچ سکتا۔**والمعنی ان هذه المراة الموصوفة صارت بارض بعیدة لا یبلغها الا الابل التی هذه صفتها** (شرح قصیدہ بانت سعاد ص ۳۷ لابن الحجر الیحوی)۔

كَيْفَ الْوَصُوْلُ اِلٰى سُعَادَ وَدُوْنَها قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ خُيُوف

کیسے پہنچوں میں اپنے یار تک راہ میں ہیں پر خطر غار و جبال (زبدة)

يُرِيْدُ اَنَّ مَحْبُوْبَهٗ صَارَتْ بِاَرْضٍ بَعِيْدَةٍ لَا يُوْصِلُهٗ اِلَيْهَا اِلَّا الْاِبِلُ الْكِرَامُ الْاُصُوْلُ الْقَوِيَّةُ السَّرِعِيَّةُ (حاشیہ سیرت ابن ھشام ج ۲ ص ۱۰۱۵) صاحب مختصر شرح قصیدہ بانت سعاد لکھتے ہیں **وادرک کعب ان المسافة بینه و بین رسول بعیدة کل البعد و لن یقطعها الا النوق العناق الکریمة السریعة** (مختصر شرح قصیدہ بانت) حضرت کعب بن زھیر رضی اللہ عنہ نے عام شعراء کی عادت کے مطابق آپ نے اونٹنی کے اوصاف بیان کئے ہیں کہ وہ قوی، صبر والی، تیز رفتار اور دوسری عام اونٹنیوں کی طرح نہیں ہے۔

خلاصہ اس شعر سے وصف ناقہ شروع ہوتا ہے۔سعاد تک پہنچنا عام اونٹوں کا کام نہیں وہاں تک خاص صفات والے اونٹ اور نٹیاں ہی پہنچا سکتی ہیں۔ہوسکتا ہے کہ حضرت کعب کے پیش نظر سراپا سعادت، محبوب حقیقی۔حضرت محمد مصطفیٰ بھی ہوں جو مدینہ طیبہ میں تشریف فرما تھے اور مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک گیارہ دن رات کا سفر در پیش تھا۔

(۱۵) **لَنْ يُّبَلِّغَهَا اِلَّا عُذَافِرَةٌ ۞ لَهَا عَلَى الْاَيْنِ اِرْقَالٌ وَّ تَبْغِيْلُ**

ترجمہ: ہرگز نہیں پہن سکتا اس تک سوائے ایک مضبوط اونٹنی کے کہ اس میں ہو تھکاوٹ پر بھی تیز روی اور تیز بلوی۔

(۱) وہاں تک صرف مضبوط اونٹنی ہی پہنچ سکتی ہے جو تھکنے کے باوجود تیز رفتار ہو اور اس کی چال میں کوئی فرق نہ آئے۔

تشریح: **عذافرة** جمع **عذفرة** بڑھ قوی اونٹنی۔**الاین** تھکاوٹ۔ارقال دوڑ میں تیز رفتار **تبغیل** سخت تیز رو۔یعنی اپنے محبوبہ کی زمین (دیار) تک قوی مضبوط تیز رفتار اونٹنی

کے بغیر کوئی ہرگز نہیں پہنچ سکے گا۔

خلاصہ شاعر اس شعر میں اپنی ناقہ کی تعریف کرتا ہے کہ جو مسلسل سفر کرتی رہتی ہے اور اس کے اعضاء سے تھکاوٹ کے کسی قدر آثار تو ظاہر ہوتے ہیں لیکن اس کی چال اور رفتار میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ برابر منزلوں پر منزلیں مارتی چلی جاتی ہے۔ ایسی اور صرف ایسی اونٹنی ہی سعادت تک کہ جو دور دراز منزل پر ہے پہنچانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

(۱۶) مِنْ كُلِّ نَضَّاخَةِ الذِّفْرَى اِذَا عَرِقَتْ ۞ عُرْضَتُهَا طَامِسُ الْاَعْلَامِ مَجْهُوْلُ

ترجمہ: پسینہ پسینہ کر دینے والیوں میں سے ہے کان کا پچھلا حصہ جب اسے پسینہ آئے نشانہ اس کا ہے مٹے ہوئے نشانات اور انجانے (راستے)

(۱) جب وہ پسینہ سے شرابور ہو تو اس کے کان کا پچھلا حصہ بھی پسینہ سے تر ہو جاتا ہے جبکہ اس کی منزل کے نشانات مجہول ہوں۔

تشریح: **نَضَّاخَةٌ** بہت زیادہ پسینہ بہانے والی، پسینہ کے قطروں کا زیادہ ہونا۔ **الزفری** اونٹنی کے کان کے پیچھے کا گڑھا جس کو سب سے پہلے پسینہ آتا ہے مراد گدی۔ **عُرْضَتُهَا** اس کی ہمت اور جرءت۔ **طامس الاعلام** مٹے ہوئے نشانات۔ یعنی اونٹنی اس کی بہت پسینے والی۔ اچھی خوشبو والی۔ اور یہ سخت تیز چلنے والی اور وہ راستہ جانتی ہے اس لئے چلنا آسان ہے اگر راستہ کی علامات نامعلوم اور مٹ گئی ہوں اور یہ اس لئے کہ وہ ان جنگلوں میں زیادہ سفر کرنے کی وجہ سے جانتی ہے۔ **يريد ان هذه الناقة كثيرة العرق وذلك لا يكون الا مع اشتداد في السير وجهد نفسها فيه**

وانها عارفة للطريق الدارس الاعلام المجهول المسالك لكثرة اسفارها وسلوكها المفازات (حاشیہ سیرت ابن ھشام)۔

خلاصہ یہ اونٹنی ہمیشہ سرگرم سفر رہتی ہے اور اس وجہ سے اُسے خوب پسینہ آتا ہے بالخصوص کانوں کے نیچے کی جگہیں پسینے سے شرابور ہو جاتی ہیں۔ کثرت اسفار کی وجہ سے وہ مٹے ہوئے نشانات راہ پر چلنے کی صلاحیت اور قدرت رکھتی ہے اور ہمیشہ انہی کا قصد کرتی ہے۔ یہ تمام صفات ایک تیز نگاہ، دور رس عقلمند، طاقتور، جفاکش اور تجربہ کار اونٹنی کی ہیں۔

(۱۷) تَرْمِي الْغُيُوْبَ بِعَيْنَيْ مُفْرَدٍ لَهِقٍ ۞ اِذَا تَوَقَّدَتِ الْحِزَّانُ وَالْمِيْلُ

ترجمہ: وہ تیر پھینکتی ہے انجانی راہوں پر ساتھ آنکھوں کے جنگلی بیل سفید کی جب کہ جلتے ہیں پتھریلے علاقے اور ریت کے ٹیلے۔

(۱) وہ مٹے ہوئے راستہ کو سفید جنگلی بیل کے آنکھوں کی طرح دیکھ لیتی ہے جب پتھریلی اور ریتلی زمین گرمی سے جل رہی ہوتی ہے۔

تشریح: **ترمی** دیکھتی ہے غائب علامتوں کو ایک نسخہ میں ترمی النجاد ہے۔ **الْغُيُوْبَ** غائب کی جمع آنکھوں سے اوجھل مقامات راستے جن کے نشانات نہ ہوں۔ مفرد تن تنہا۔ **لَهِقٌ** سفید بیل۔ **الحِزَّان** حزن کی جمع ہے۔ سخت زمین **میل** وسیع اور عریض زمین غیوب غیب کی جمع ہے پست زمین کو کہتے ہیں۔ کہ اونٹنی کی تیز انکھیں ہیں تو وہ اپنی انکھوں سے دیکھ لیتی ہے راستہ کے وہ نشانات جو غائب اور مٹ گے ہوں۔ سخت گرمی کے وقت سخت گاڑی زمین اور زیادہ ریت میں۔ وہ ہر راستہ سے واقف ہے اونٹنی کی نگاہ کی

تیزی۔

خلاصہ: اس شعر میں شاعراونٹنی کی تیز نگاہی، راستے پہچانے کی صفت اور سخت گرمی میں چلتے رہنے کی عادت کی تعریف کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ جس طرح سفید جنگلی سبیل صحراؤں کے چپے چپے سے واقف ہوتا ہے اور اپنی تیز نگاہوں سے خود راستے تلاش کر لیتا ہے اسی طرح وہ اونٹنی بھی صحیح راستے خود تلاش کر کے چلتی رہتی ہے اور اس وقت بھی سفر کرنے سے بیزار نہیں ہوتی جبکہ شدت کی گرمی پڑ رہی ہوتی ہے۔

(۱۸) ضَخمٌ مُقَلَّدُهَا فَعمٌ مُقَيَّدُهَا ۞ فِیْ خَلْقِهَا عَنْ بَنَاتِ الْفَحْلِ تَفْضِیْلُ

ترجمہ: خوب بھری ہوتی ہے گردن اس کی، پر گوشت ہیں پاؤں اس کے پیدائش اور بناوٹ میں ہے اس کے دختران فحل پر فضیلت

(۱) اس کی گردن جس میں قلادہ ڈالا جاتا ہے موٹی ہے اس کی ٹانگیں جن میں ڈھنگا ڈالا جاتا ہے پر گوشت ہیں وہ جسامت میں مضبوط اونٹنیوں پر فضیلت رکھتی ہے۔

تشریح: **ضخم** موٹی گردن، خوب بھری ہوئی، پر گوشت۔ **فعم** بھرا ہوا، پر گوشت۔ مقید اسم ظرف قید کی جگہ، باندھنے کی جگہ یعنی پاؤں۔ خلق تخلیق، بناوٹ پیدائش۔ **بنات الفحل** اونٹ کی بیٹیاں مراد اونٹنیاں۔ اس میں اونٹنی کی بعض صفتیں بیان کی ہیں گردن کا موٹا ہونا یوں بڑا ہونا جو اس کی بات دلیل ہے کہ وہ چلنے میں قوی ہے اور بوجھ اٹھانے میں اور یہ دیگر تمام قوی اونٹوں سے خلقت و جمال کے اعتبار سے ہیں افضل ہے۔

خلاصہ: اونٹنی کی گردن کا بھرا ہونا اس بات کی واضح علامت ہے کہ اس کا سر اور باقی حصے

بھی گوشت سے پر ہیں۔ اسی طرح پاؤں گوشت ہونا اس امر کا شاہد ہے کہ وہ چلنے کی خوب طاقت رکھتی ہے اور خاصا بوجھ اُٹھا لیتی ہے۔ خوبصورت اور متناسب الاعضا ہونے کے لحاظ سے بھی وہ پانی مثال آپ ہے۔

(۱۹) غَلْبَاءُ وَجَنَاءُ عُلْكُوْمٌ مُذَكَّرَةٌ ۞ فِیْ دَفِّهَا سَعَةٌ قُدَّامَهَا مِیْلُ

ترجمہ: موٹی گردن والی، نمایاں رخساروں والی، سخت جان اور مانند تر ہے پہلو میں اس کے وسعت ہے، اگلا حصہ اس کا میل ہے۔

(۱) موٹی گردن والی، بڑے جبڑوں والی، نہایت مضبوط اور نر اونٹ کی طرح مضبوط اس کے پیٹ میں وسعت ہے اور اس کا قدم ایک میل پر پڑتا ہے۔

تشریح: غلباء وسخت گردن بڑے بڑے رخسار علکوم مضبوط اونٹ سخت موٹی۔ **مذکرة** نر سے شبیہ دی گئی ہے اونٹ کی طرح۔ **دفها** اس اونٹنی کا پیلو۔ **سعة** وسعت، گنجائش، طاقت، فراخی۔ قدام اگلا حصہ۔ میل فاصلہ، میل کا پتھر جو بلند زمین پر منارہ کی صورت میں بنایا جاتا ہے۔

سجدہ آرید درمیان دو کف شکم از برآن دو رودست از دف

خلاصہ پہلوؤں میں بڑی وسعت اس امر کی علامت ہے ے ے ے ے ے کہ وہ بڑے ڈیل ڈوک وا کئ یے اور اس کے پیٹ میں بڑے بچے جننے کی صلاحیت موجود ہے۔ اسی طرح اس کے اگلے حصے کو میلا کیا گیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے قدم لمبے لمبے پڑتے ہیں اور وہ جلدی جلدی مسافت طے کر لیتی ہے یا یہ کہ اس کی گردن بہت لمبی ہے جو خوبصورتی کی نشانی سمجھی جاتی ہے۔

(۲۰) وَجِلْدُهَا مِنْ اَطُوْمٍ مَا یُؤَیِّسُهُ ۞ طِلْحٌ بِضَاحِيَةِ الْمَتْنَيْنِ مَهْزُوْلُ

ترجمہ: اور کھالی اس کی سمندری کچھوئے کی ہے نہیں اثر کرتیں اس پر چچڑیاں، دھوپ میں کھلے دائیں بائیں پہلوں کو، دبلی کمزور۔

اس کی جلد کچھوے کی کھال جیسی ہو۔ جسے نہ کاٹ سکیں کمزور چچڑیاں اس کے دونوں پہلوؤں میں دھوپ کے وقت۔

تشریح: جلدھا اس کی حال۔ **اطوم** کھال، سمندری کچھوا۔ سخت جلد والا۔ **لَا یُؤَیِّسُهُ** نہیں ذلیل کرتی اس کھال کو، کھال پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ طَلْحٌ چچڑیاں مَهْذُوْلٌ دبلی پتلی بھوک کی ماری ہوئی۔ ضاحیۃ سورج میں کھلا پلو۔ **المتنین** پیٹھ کے دائیں بائیں کے دونوں سے تن کا تثنیہ ہے کہ وہ اونٹنی اتنی مضبوط ووقی ہے۔ اش کھال سمندری کچھوے کی طرح ہے بھول ماری دبلی چچڑیاں اس کے اطراف پر اثر انداز نہیں ہوسکتی۔

خلاصہ: اس اونٹنی کی کھال سمندری کچھوے کی (سی) ہے (اور وہ اتنی سخت ہے) کہ بھوک کی ماری دبلی چچڑیاں بھی اس کے دائیں بائیں کے اطراف پر اثر انداز نہیں ہو پاتیں۔

(۲۱) حَرْفٌ اَخُوْهَا اَبُوْهَا مِنْ مُهَجَّنَةٍ ۞ وَعَمُّهَا خَالُهَا قَوْدَاءُ شِمْلِيْلُ

ترجمہ: وہ چٹان ہے، بھائی اس کا ہے باپ اس کا (اور) اصیل ہے اور چچا اس کا ہے خالو اسکا لمبی پیٹھ اور گردن والی اور سبک رفتار ہے۔

(۱) وہ پتلی کمر والی ہے اس کا بھائی اس کا باپ ہے جو اعلی نسل کی اونٹنی سے ہیں جس کا ملاپ اعلیٰ اونٹ سے ہوا اس کا چچا اس کا خالو ہے، لمبی پشت والی لمبی گردن والی تیز رفتار۔

تشریح: حرف چٹان بقول دبلی پتلی اونٹنی۔ حرف پتلی کمر والی اونٹ۔ **مھجنة** ماں باپ دونوں کی طرف سے اصیل ہے اسم مفعول۔ ابوھا اخوھا دونوں ایک قسم کے ہوں۔ قواد لمبی گردن والی۔ **شمیل** تیز **مھجنة** اعلی نسل۔ یعنی اونٹ اعلی نسب والی ہے اور شریف الاصل ہے۔ قوداء لمبی گردن۔ شملیل سبک رفتار اونٹنی۔ لمبی پشت والی اور لمبی گردن والی سبک رفتار ہے۔ یعنی وہ پہاڑ کی چٹان کی طرح ہے اس کا بھائی اس کا اصیل باپ ہے اسی طرح اس کی ماں بھی اصیل ہے اور اس کے باپ کا بھائی اور اس کی ماں کا بھائی۔ کہ اس کی نسل ہر درجہ محفوظہ ہے اور کسی دوسرے کا خون اس میں شامل نہیں ہے۔

بعیری جفت شد با دختر خویش	بشد پیدا از و اشتر نرینہ
پسر با مادر خود جمع چوں شد	برآمد ناقہ کعب حسینہ

خلاصہ اس شعر میں جن رشتوں کا حوالہ دیا گیا ہے اس کی وضاحت بن السکبی نے تبریزی اور کندی کے حوالے سے یہ بیان کی ہے کہ اس کا بھائی اس کا باپ اس طرح ہے کہ ایک اونٹ اپنی بیٹی اونٹنی سے بلایا گیا، اس سے دو اونٹ پیدا ہوئے پھر ان دو میں سے ایک اونٹ کو اس کی ماں سے ملایا گیا تو یہ اونٹنی پیدا ہوئی۔ اس اونٹنی کا ماں کی نسبت سے بھائی، اس کا باپ بھی ہوا اور دوسرا اونٹ اس کا چچا اور ماموں ہوا کیونکہ وہ اس کے ماں اور باپ کا بھائی تھا۔ عربوں کے ہاں یہ امر عالی نسبی کی ولادت کرتا ہے کہ نسب میں کوئی غیر شامل نہیں ہوا۔ مزید برآں وہ سب عالی نسبی اور حسب میں ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔

(۲۲)یَمْشِیْ الْقُرَادُ عَلَیْهَا ثُمَّ یُزْلِقُهٗ ۞ مِنْهَا اللَبَانُ وَاَقْرَابٌ زَهَالِیْلُ

ترجمہ: چلتا ہو چیچڑ اس پر، پھر پھسلا کر گرا دیتا ہوا سے اس (اونٹنی) سے، سینہ اور کوکھیں ہموار چکنی۔

چیچڑیاں اس پر چلتی ہیں پھر اس کا سینہ اور ملائم ڈھاکیں انہیں نیچے گرا دیتی ہیں۔

تشریح: یمشی چلتا ہو۔ **القراد** اس کی جمع قردان ہے اونٹ جوں یا چیچڑ۔ یذلیقہ اسے پھسلا دیتا ہو۔ گرا دیتا ہو۔ **لبان** سینہ وسط کمر اقراب قرب کی جمع تثنیہ کے معنی میں کوکھیں پہلو۔ **زھالیل** ہموار چکنی چمکدار زھلول کی جمع کہ اس اونٹنی پر چیچڑ نہیں ٹھہرتے۔ کہ اس کے جسم میں پر چیچڑ نہیں ٹھیرتے اس کی نظافت کی وجہ سے۔ **القراد** چچڑیاں۔ جو جانوروں (اونٹ پرندوں) کے بدن چچڑیاں پڑتی میں جیسے انسانوں کے جسم میں جوئیں پڑتی ہے۔

خلاصہ اس شعر میں اونٹی کے ہموار چکنے بدن کی تعریف کی گئی ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ چیچڑ وغیرہ اس کا خون پینے چمٹ کر کاٹنے کے قابل نہیں ہو سکتے اور پھسل کر گر پڑتے ہیں۔ حالانکہ عام اونٹنیوں کو تو چیچڑ کاٹنے رہتے ہیں اور تنگ کرتے ہیں۔

(۲۳)عَیْرَانَةٌ قُذِفَتْ بِالنَّحْضِ عَنْ عُرُضٍ ۞ مِرْفَقُهَا عَنْ بَنَاتِ الزَّوْرِ مَفْتُوْلُ

ترجمہ: وہ حمار وحشی ہے، دور کر دی گئی ہے وہ گوشت سے بہر پہلو، کہنیاں اس کی دختران صدر (پسیوں) سے ایک طرف ہٹی ہٹی ہوتی۔

وہ وحشی گدھے کی طرح ہو جس کے پہلوؤں سے گوشت اڑا دیا گیا ہو جس کے باز

و پسلیوں سے جدا ہوں۔ (جس کے باعث اس کی رفتار میں رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی)۔

تشریح: عیرانۃ حمار وحشی، جنگلی گدھا یہ مضبوط جفاکش جانور ہے۔ **قذفت** دور کر دی گئی۔ **النخض** مضتول ہوا۔ گھٹایا گوشت۔ **عرض** جانب۔ اطراف مرفق کہنی اگلے پاؤں کی کہنی۔ **بنات الزور** سینے کی پسلیاں مراد ہیں۔ اس میں شاعر بتانا چاہتا ہے کہ ان صفتوں کی وجہ سے یہ اونٹنی بڑی تیز رفتاری کے ساتھ منزلیں طے کرتی ہے۔ تیزی اور قوت میں جنگلی گدھے کی طرح ہے اور ناقہ کا چہرہ اس کی ناک اور دونوں جبڑوں لمبے پتھر کے مشابہ ہیں اور اس کے ے چہرہ کا طول اچھی صفت ہے جو اونٹ کی ہوتی ہے۔

خلاصہ: شاعر بیان کرتا ہے کہ اس کی اونٹنی سبک رفتاری اور سڈول پن میں حمار وحشی کی طرح ہے۔ اس کا گوشت خوب گھٹا ہوا ہے اور وہ پہلوؤں سے دور ہٹا ہوا ہے۔ اسی طرح اس کے پاؤں کی کہنیاں سینے سے دور ہٹی ہوتی ہیں۔ اسی وجہ اسے حرکت کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آتی اور وہ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ منزلوں پر منزلیں مارتی چلی جاتی ہے۔

(۲۴)کَاَنَّمَا فَاتَ عَیْنَیْهَا وَمَذْبَحَهَا ۞ مِنْ خَطْمِهَا وَمِنَ اللَّحْیَیْنِ بِرْطِیْلُ

ترجمہ: گویا کہ مسافت اس کی دونوں آنکھوں اور مقام ذبح (حلق) کی نکیل والی جگہ (ناک) اسکی سے اور نچلے جبڑے سے اس کے ایک مستطیل پتھر (کی) ہے

(ا) گویا اس کی ناک اور جبڑوں سے اس کی آنکھوں سے اور حلق تک ایک مستطیل پتھر ہے۔

تشریح: **کَاَنَّمَا** گویا کہ اجو۔ **فات** مسافت، تفاوت۔ **مذبح** ذبح کی جگہ۔ **حلق خطم** نکیل والی جگہ ناک۔ **الحیین** دو وہ ہڈیاں جن پر داڑھی اگتی ہے، نچلا جبڑا۔ **برطیل** طویل پتھر کا۔ فات کی بجائے قاب (مقدار) ایک نسخہ میں ہے۔

خلاصہ اس شعر میں اونٹنی کے طویل سر کو ایک طویل پتھر کی مانند بتایا گیا ہے اور اس میں اس کی مضبوطی کی طرف اشارہ ہے مزید براں کسی بھی جاندار کا بڑے اور طویل سر والا ہونا عموماً اچھا سمجھا جاتا ہے۔

(۲۵) تُمِرُّ مِثْلَ عَسِيْبِ النَّخْلِ ذَا خُصَلٍ ۞ فِيْ غَارِزٍ لَّمْ تَخَوَّنْهُ الْاَحَالِيْلُ

ترجمہ: (۱) وہ کھجور کی شاخ کی مثل دم کو تھنوں پر گزارتی ہے جو دودھ سے بھرے ہیں (اور) دودھ دھونے سے کم نہیں ہوتا۔

تشریح: **تُمِرُّ** دم کو گزارتی ہو۔ چلاتی ہو۔ **عسیب** پتوں کے بغیر کھجور کی شاخ۔ **النحل** کھجور کا درخت۔ دم کی ہڈی۔ **ذا حصل** بالوں والا، بالوں کے گچھے والا۔ **غارز** تھوڑے دودھ والی اونٹنی۔ پستان تھن لم تخونہ اس نے کم نہیں کیا اس کو۔ احالیل احلیل کی جمع دودھ نکلنے کی جگہ مراد تھن یا دودھ اور یہاں یہی مقصود ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اونٹنی کے دم کے بال کثرت کی وجہ سے اور طول اور سخت ہونے کی بنا پر کھجور کی شاخ کی مثل ہے۔

خلاصہ اس شعر میں بتایا گیا ہے کہ اس اونٹنی کی دُم بڑی مضبوط اور لمبی ہے اور اس کے آخری سرسے پر بالوں کا یاک گچھا ہے۔ یہ دم اتنی لمبی ہے کہ اس کے پستانوں تک پہنچ جاتی ہے اور وہ اسے ان پستانوں پر اس لیے پھیرتی ہے تاکہ مکھیاں وغیرہ نہ بیٹھیں۔ وہ لپستان کم دودھ والے ہیں لہٰذا وہ کمزوری اور ضعف سے دوچار نہیں ہوتی۔

(۲۶) قَنْوَاءُ فِيْ حَرَّتَيْهَا لِلْبَصِيْرِ بِهَا ۞ عِتْقٌ مُّبِيْنٌ وَفِي الْخَدَّيْنِ تَسْهِيْلُ

ترجمہ: خمدار ناک والی ہے، دونوں کانوں میں اسکے اہل نظر کے لیے ہو اس میں اصیل پن واضح اور دونوں رخساروں میں ہو لطافت و ملائمت۔

(۱) وہ خم دار ناک والی ہے اونٹوں کی پہچان رکھنے والے کے لئے اس کی شرافت واضح ہے اور اس کے دونوں رخساروں میں نرمی ہے۔

تشریح: **قنواء** اونچی ناک والی عورت، خمدار ناک والی۔ یہاں خمدار ناک والی اونٹنی مراد۔ **حُرَّتَيْهَا** دونوں اس کے کان۔ **بصیر** دیکھنے والا۔ **تحلیل** حلال کرنے والا مخفی قسم پورا کرنے کے لئے۔ **عتق** جوانمردی، شرافت، بزرگی، جمال، آزادی، **مبین** روشن، واضح **حدین** دونوں رخسار۔ **تسهیل** آسان اور نرم ہونا۔ گہرا پن کہ جب دیکھنے والا اس کے دونوں کانوں اور دونوں رخساروں کو دیکھے اس کیلئے شرافت و بزرگی اور جمال ظاہر و واضح ہے۔

خلاصہ اس اونٹنی کی ایک صفت ناک کا خمدار ہونا بیان کیا گیا ہے۔ خمدار ناک گھوڑوں میں عیب سمجھا جاتا ہے جبکہ اونٹوں اور انسانوں میں یہ عیب نہیں بلکہ اونٹوں میں تو یہ قابل تعریف چیز ہے۔ ایسی ناک اونٹ یا اونٹنی کی مضبوطی کی دلیل ہے۔ اسی طرح گھوڑوں اور اونٹوں میں اعلیٰ نسل کی پہچان کے لیے عموماً کان دیکھے جاتے ہیں، کیونکہ انہی میں ان کے اصیل پن کی علامات نمایاں ہوتی ہیں۔ رخساروں کا باقی بدن کے مقابلے میں نرم و ملائم ہونا بھی ایک خاص وصف ہے۔

(۲۷) تَخۡدِیۡ عَلٰی یَسَرَاتٍ وَهِیَ لَاحِقَةٌ ۞ ذَوَابِلُ مَسُّهُنَّ الۡاَرۡضَ تَحۡلِیۡلُ

ترجمہ: وہ تیز تیز چلتی ہے ہلکے پھلکے پاؤں پر اور وہ جا ملنے والی ہے (اسکے پاؤں (تپلے نیزے ہیں وہ محض چھوتے ہیں زمین کو تھوڑا سا۔

(۱) وہ ہلکے پھلکے پاؤں سے تیز بھاگتی ہے یہ آگے نکل جانے والوں کو پکڑ لیتی ہے زمین کو چھوٹا برائے نام ہی ہے۔

تشریح: تخدی یہ اونٹنی اپنے پاوں سے تیز چلتی ہے اور پاوں زمین سے جلدی اٹھاتی ہے گویا وہ ان سے زمین کو چھوتی بھی نہیں ہے مگر قسم پوری کرنے کی طرح۔ کہ تیز رو اونٹنی اپنے پاوں تیزی سے زمین سے اٹھاتی ہے اپنے چلنے کے دوران اور بہت کم اپنے پاؤں سے زمین کو چھوتی ہے (زمین سے لگاتی ہے)۔ علی یسرات یسرۃ کی جمع ہلکے پھلکے قدم۔ ذوابل پتلے نیزے سوکھے پاؤں مسھن ان کا چھونا۔ **لاحقة** پکڑنے والی ملنے والی ایک نسخہ میں لاھیۃ ہے۔ یسرات یسرہ کی جمع ہلکے پھلکے قدم۔ تحلیل حلال کرنے والا محض قسم پورا کرنے والے۔ کہ اونٹنی نیزوں جیسے ہلکے پھلکے پاؤں سے بہت تیز بھاگتی ہے زمین پر اس کے پاوں صرف برائے نام ہی لگتے ہیں اور اگے نکل جانے والے اونٹوں کو پکڑ لیتی ہے۔

خلاصہ اس شعر میں بیان کیا گیا ہے کہ اس اونٹنی کی ٹانگیں بڑی، ہلکی پھلکی، کم گوشت اور خشک ہیں اور ان کی وجہ سے وہ سبک رفتاری سے چل سکتی ہے بلکہ وہ ہوا میں اڑتی دکھائی دیتی ہے اور اس کے پاؤں زمین پر پڑنے سے پہلے ہی اُٹھ جاتے ہیں۔

(۲۸) سُمۡرُ الۡعُجَايَاتِ يَتۡرُكۡنَ الۡحَصٰى زِيَمًا ۞ لَمۡ يَقِهِنَّ رُؤُوۡسُ الۡاُكُمِ تَنۡعِيۡلُ

ترجمہ: گندم گوں نیزوں والے العصاب (پاؤں کے) چھوڑ دیتے ہیں کنکریوں کو بکھیر کے وہ ہر گز حاجتمند نہیں اونچی سنگلاخ چٹانوں پر نعل بندی کی۔

(۱) اس کے پاوں کے اعصاب گندم گوں نیزوں جیسے ہیں جو سنگریزوں کو بکھیر دیتے ہیں۔ نعل اس کے پاؤں کی سختی کی وجہ سے سنگلاخ زمین سے نہیں بچاتے۔

تشریح: سمر گندم گوں نیزے **عجایات عجایة** کی جمع بمعنی اونٹ کے پاؤں۔ کھوروں سے متصل پٹھے۔ یا سم کے عصبات **الحصی** حصاۃ کی جمع کنکریاں۔ زیما بکھری ہوئی۔ **لم یقهن** حفاظت نہیں کرتیں بچاؤ نہیں کرتیں۔ تنعیل نعلبندی کرنا، اونٹ کے پاؤں تلے سخت کھال کا۔ ٹکڑا باندھنا۔ تاکہ پتھروں پر چلتے وقت پاؤں کی حفاظت ہو۔ زیما متفرق بکھری ہوئی چیز۔ **الاُکُمِ اکمة** کی جمع بلند زمین، چٹانیں۔ رؤس راس کی جمع، چوٹیاں۔ شاعر اونٹنی کے پاؤں پٹھوں کی تعریف کر رہا ہے کہ وہ نیزوں کی طرح سخت ہے تیز چلنے کی وجہ سے اور اپنی قوت کی وجہ سے راستہ کی کنکریوں کو پیچھے ڈال دیتی ہے بلند پہاڑوں کی جوٹیوں پر چڑھتے وقت نعل کی حاجت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کے پاؤں مضبوط ہیں۔

خلاصہ: اس شعر میں بتایا گیا ہے کہ اس اونٹنی کے پاؤں کا نچلا حصہ اور اعصاب بڑے ٹھوس اور سخت میں اور ان کے ٹھوس ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ گندم گوں نیزوں کی طرح گندم گوں ہیں۔ وہ پتھریلی زمین پر پڑتے ہیں تو کنکریاں بکھر کر رہ جاتی ہیں اور انہیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکتیں۔

گرمی کی شدت میں سفر کرنا

(۲۹)كَاَنَّ اَوْبَ ذِرَاعَيْهَا وَقَدْ عَرِقَتْ ۞ وَقَدْ تَلَفَّعَ بِالْقُوْرِ الْعَسَاقِيْلُ

ترجمہ: گویا کہ وہ ّتیز) موڑتی ہے اپنے دو اگلے ہاتھوں (پاؤں) کو بعد اسکے کہ وہ پسینہ پسینہ ہوچکی ہو اور جب کہ ڈھانپ چکی ہوتی ہے سطح مرتفع کو سراب۔

(۱) گویا اس کے اگلے پاؤں کا تیز چلنے کے لئے بار بار پلٹنا جبکہ وہ پسینہ سے شرابور ہو جبکہ ریت چھوٹی پہاڑیوں کو لپیٹ میں لئے ہوئے ہو۔

تشریح: **اوب** لوٹنا مراد ہاتھوں پاؤں کو چلنے میں جلدی جلدی موڑنا۔ **یدیھا** اس اونٹنی کے دونوں سامنے کے پاؤں۔ عرقت پسینہ آ گیا۔ **تلفع** پلٹنا، چھا جانا۔ **قور** **قارہ** کی جمع ہے اس سے مراد سیاہ پتھر۔ بلند پہاڑ۔ **عساقل** سراب۔ دھوکا دینے والی (ریت)۔ کہ دوپہر کے وقت ریتلی یا سخت زمین پانی کی طرح نظر آنے لگتی ہے اور نگاہوں کو زمین پر پانی کا دھوکہ ہونے لگتا ہے۔

خلاصہ اس اونٹنی کو پسینہ آنا تھکاوٹ یا کمزوری کی وجہ سے نہیں بلکہ گرمی کی شدت کی وجہ سے ہے اور یہ دوپہر کے وقت ہوتا ہے جبکہ میدان تو میدان پہاڑیاں بھی سراب میں تبدیل ہوچکی ہوتی ہیں یہ سراب بھی گرمی کی شدت کو ظاہر کرتی ہے۔ ایسے وقت بھی وہ اونٹنی آرام نہیں کرتی بلکہ تیز رفتاری سے مصروف سفر رہتی ہے۔

(۳۰)يَوْمًا يَظَلُّ بِهِ الْحِرْبَاءُ مُصْطَخِدًا ۞ كَاَنَّ ضَاحِيَهُ بِالشَّمْسِ مَمْلُوْلُ

ترجمہ: ایسے دن کہ ہوا جار رہا ہو، ساتھ اس (گرمی) کے کرکٹ سوختہ گویا کہ ظاہری حصے

اس کے (حدت) آفتاب سے جلی سڑی روٹی ہوں۔

جس روز گرگٹ بھی گرمی کی شدت کی وجہ سے سیدھا کھڑا ہو گویا سورج کی گرمی میں اس کے بدن کا سامنے والا حصہ کباب بن چکا ہے۔ یعنی اس دن جس میں گرگٹ بھی (جو دھوپ و سورج کا پروردہ ہوتا ہے)۔ گرمی میں بھنا جا رہا ہوں اور سورج کے سامنے اس کے بدن کا ظاہری حصہ گرم ریت میں جل کر گویا روٹی بن گیا ہو۔

تشریح: **تظل** وہ دن کے وقت ہوتا ہے۔ بہ اس کے ساتھ۔ الحرباء گرگٹ چھپکلی کی قسم کا جانور ہے جو سورج کے سامنے منہ کئے رہتا ہے۔ اور رنگ بدلتا ہے۔ ایک نسخہ میں **مصطخدا** باب افعال اصلخاد سے اسم فاعل گرمی میں چلنے والا۔ جلا بھنا ہونے والا۔ **مصطخما**۔ کھڑا ہونے والا۔ اور ایک نسخہ میں **مرتبا** بلند ہونے والا۔ **ضاحیہ** اس کے دو کھلے حصے سورج کی زد میں۔ **مملول** گرم ریٹ میں بھنا ہوا، بھنا ہوا۔

خلاصہ اس شعر میں گرمی کی شدت کا تذکرہ ہے اور بتایا گیا ہے کہ اتنی زیادہ گرمی ہوتی ہے کہ کرگٹ جو گرمی کا پروردہ جانور ہے وہ بھی برداشت کی قوت نہیں رکھتا اور وہ جلا بھنا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ایسی حالات میں بھی وہ اونٹنی برابر تیز رفتاری سے جادہ پیما ہوتی ہے۔

(۳۱)وَقَالَ لِلْقَوْمِ حَادِيْهِمْ وَقَدْ جَعَلَتْ ۞ وُرُقُ الْجَنَادِبِ يَرْكُضْنَ الْحَصَى قِيْلُوْا

ترجمہ: (۱) اور کہنے لگا ہو لوگوں سے حدی خوان ان کا اور لگی ہوں خاکستری رنگ کی ٹڈیاں حرکت دینے سنگریزوں کو قیولہ کرلو۔

جب حدی خوان نے قوم سے کہا جبکہ سبز ٹڈیاں بھی سنگریزوں میں پاؤں گاڑھے ہوئے ہیں کہ تم آرام کرو۔

تشریح: حادی حدی خواں وہ شخص کہ جو اونٹوں کو تیز چلانے کی خاطر ترنم کے ساتھ شعر پڑھے۔ اونٹوں کو ھانکنے والا غنا کے ساتھ۔ **ورق** راکھ کا رنگ **جناداب جندب** کی جمع ٹڈی کی قسم **یرکضن** مارتا ہے گرمی کی وجہ سے۔ **قِيْلُوْا** گرمی کے وقت ارام کرو۔ دوپہر کے وقت تھوڑی دیر تک آرام حاصل کرو قیلولہ سے ہے۔ القوم مردوں کی جماعت ورق سیاہی مائل کہ اکھ سبز رنف والی۔ الجناداب جندب کی جمع ٹڈیاں قیلواحسہ پیر کے وقت آرام کرلو۔

خلاصہ اس شعر میں بھی گرمی کی شدت کا تذکرہ ہے، گرمی اتنی زیادہ ہے کہ سفر کرنا ممکن ہو گیا ہے لہٰذا حدی خواں جس کا کام اونٹوں کو تیز چلانا ہوتا ہے وہ خود ساتھیوں کو دوپہر کے وقت ستا لینے کا مشورہ دے رہا ہے اور خاکستری ٹڈیاں جو گرمی سے مانوس ہوتی ہیں اور گرمی میں مزے سے اڑتی پھرتی ہیں وہ بھی زیادہ گرمی سے تنگ آ گئی ہیں اور کنکریوں پر بیٹھنے کے لیے جگہیں ڈھونڈ رہی ہیں جس کی وجہ سے کنکریوں میں حرکت پیدا ہو گئی ہے۔ ایسے وقت بھی وہ اونٹنی آرام کرنے کا نام نہیں لیتی بلکہ منزل مراد تک پہنچنے کے لیے مصروف سفر رہتی ہے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے سفر کی ان صروتبوں کا بیان کرنا اور ان پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالنا اس وجہ سے بھی ہے کہ وہ یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ دیار حبیب۔ مدینہ منورہ تک پہنچنے میں انہیں کن کن دشواریوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

ایک ادھیڑ عمر عورت کے ساتھ تشبیہ دینا

(۳۲) شَدَّ النَّهَارِ ذِرَاعَا عَيْطَلٍ نَصَفٍ ۞ قَامَتْ فَجَاوَبَهَا نُكْدٌ مَثَاكِيلُ

ترجمہ: سخت گرم دن کے وقت، دو ہاتھ لمبی ادھیڑ عورت کے کھڑی ہو (مصروف، ماتم) پس جواب دے رہی ہوں اسے فاقد الاولاد عورتیں۔

دراز قد اور ادھیڑ عمر کے ہاتھ مارنے کی طرح جو کھڑی ہو کر نوحہ کر رہی ہے اور منہ پیٹ رہی ہے اور اس کا جواب دیتی ہیں وہ عورتیں جن کا بچہ زندہ نہ رہا ہو۔

تشریح: **شد النھار** دن کے بلند ہونے کے وقت۔ عین دوپہر کے وقت۔ ذراعان تثنیہ دو ہاتھ، دو بازو، اگلی ٹانگوں میں پنڈلیوں سے اوپر کا حصہ۔ **عیطل** لمبی گردن والی طویل عورت **نصف** درمیانی عمر ادھیڑ عمر کی عورت جبکہ قویہ ہو۔ **جاوب** جواب دیتا ہے، جواب دیتی ہے۔ **نکد نکدا** کی جمع وہ عورتیں جن کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں۔ وہ غمگین رونے والی۔ **مثاکیل** مشکال کی جمع ہے وہ عورتیں جن کی اولاد نہ رہے جن عورتوں کے بچے گم ہو گئے ہوں یا جن عورتوں کے بچے مر جاتے ہوں۔ یہ اونٹنی چلنے میں بازوں کو جلدی حرکت دینے والی ہے جیسے وہ عورت جس کی اولاد زندہ نہ رہے تو روتے وقت اپنے چہرہ پر تیزی سے طماچہ لگاتی ہے (حاشیہ مجموعہ نبھانیہ ج ۳ ص ۵)

خلاصہ اس شعر میں اونٹنی کے دوپہر کے وقت تیز تیز قدم مارنے کو ایک ادھیڑ عمر کی طویل عورت جس کے ہاتھ بھی لمبے ہوتے ہیں اور وہ طاقتور بھی ہوتی ہے، کہ سینہ کوبی اور تیز دو ہتھڑ مارنے سے تشبیہ دی گئی ہے، بالخصوص اس وقت کہ جب اس کا بچہ مر گیا ہو اور

اس کے ساتھ ایسی عورتیں جوش دلانے کی خاطر مصروف ماتم ہوں کہ جو دکھی ہوں اور جن کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں۔

(۳۳) نَوَّاحَةٌ رِخْوَةُ الضَّبْعَيْنِ لَيْسَ لَهَا ۞ لَمَّا نَعَى بِكْرَهَا النَّاعُوْنَ مَعْقُوْلُ

ترجمہ: بہت زیادہ نوحہ کرنیوالی، ڈھیلے ڈھالے بازووں والی ہو، نہ ہو اس کیلئے جب سناؤنی دی ہو پلوٹھے یا اکلوتے کی سناونی دینے والوں نے، ہوش وحواس۔

(ا) بہت زیادہ ماتم کرنے والی ڈھیلے بازوؤں والی اس کا عقل سلامت نہیں جب موت کی خبر دینے والوں نے اسے پہلے بچے کی موت کی خبر دی۔

تشریح: **نواحة** میت پر بہت زیادہ نوحہ کرنیوالی **رخوة الضبعين** نرم اور ڈھیلے ڈھالے بازوؤں والی **نعی** اس نے موت کی خبر دی ناعی موت کی خبر دینے والا جمع **الناعون** موت کی خبر دینے والے **معقول** ہوش وحواس، عقل سمجھ۔

خلاصہ اس شعر میں اس عورت کا مزید وصف بیان ہوا ہے کہ وہ عورت بہت زیادہ ماتم کرنے والی ہو اور اس کے بازو بھی ڈھیلے ڈھالے ہوں تاکہ ماتم کرنے میں اُسے آسانی رہتی ہو۔ اپنے اکلوتے پلوٹھی کے لڑکے کی موت کی ہوشربا خبر سن کر وہ شدت غم سے پاگل ہوگئی ہو اور بے تماشا سینہ کوبی کرنے لگ گئی ہو ایسی ہی عورت کے ہاتھوں کی طرح اس اونٹنی کے اگلے پاؤں میں تیز تیز مڑتے اور چلتے ہیں۔

(۳۴) تَفْرِى اللَّبَانَ بِكَفَّيْهَا وَمِدْرَعُهَا ۞ مُشَقَّقٌ عَنْ تَرَاقِيْهَا رَعَابِيْلُ

ترجمہ: وہ ٹکڑے ٹکڑے کیے دیتی ہو سینے کو اپنی دو ہتھیلیوں سے اور قمیص اس کی پھٹی، ہوئی ہو سینے کی ہڈیوں سے، دھجیاں دھجیاں

(ا) وہ عورت اپنے دونوں ہاتھوں سے سینہ کوٹ رہی ہے اور اس کا گریبان سینے تک چاک گیا ہو۔

تشریح: **تفری** کاٹتی ہے قطع کرتی ہے۔ **اللبان** سینہ۔ **بکفیها** اپنی دونوں ہتھیلیوں کے ساتھ۔ **مدرعها** اس کا کرتا **مُشَقَّقٌ** ٹکڑے ٹکڑے پھٹی ہوئی۔ تراقی ترقوہ کی جمع، سینے کی ہڈیاں رعابیل رعبول کی جمع، پھٹے ہوئے کپڑے متفرق چیز کا ٹکڑا

مطلب یہ ہے کہ یہ عورت اپنی انگلیوں سے عقل کے جانے کی وجہ سے کرتا پھاڑتی سے شاعر تشبیہ دیتا ہے اونٹنی کو اس عورت کے ساتھ جو۔ عورت عقل کے زائل ہونے کی وجہ سے اپنی انگلیوں سے کرتہ کو پھاڑ دیتی ہے اور اونٹنی کے ادراک کے سلب ہونے کی وجہ سے عورت کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ دونوں کو سختی ومشقت کے لاحق ہونے کا احساس تک نہیں ہوتا۔

خلاصہ اس شعر میں بھی اسی نوحہ گر عورت کا وصف بیان کیا گیا ہے جس کا اکلوتا بیٹا۔ مر گیا ہو اور وہ اس کے لیے سینہ کوبی میں مصروف ہو۔ سینہ کوبی میں وہ انگلیوں سے کام نہیں لیتی بلکہ اپنی ہتھیلیوں سے سینہ پیٹ رہی ہے جس سے سینہ پاش پاش ہوا جاتا ہے، قمیص پھٹ گئی ہے اور خاص کر سینے کی ہڈیوں کے پاس سے تو اس کی دھجیاں اڑ گئی ہیں۔ ایسی ہی نوحہ گر عورت کے ہاتھوں کی طرح اس اونٹنی کے پاؤں حرکت کرتے ہیں۔

مقصود اصلی کا ذکر

اَب اعتزار طلب رحمت عذر خواہی کا ذکر ہو رہا ہے اور شاعر کا یہی اصلی مقصد تھا وبعد شاعر بہ مضمون اصلی می پرداز د کہ اعتذار از پیامبر و مدح ایشاں و مہاجران است۔ اور

سعاد کی جدائی اور بے وفائی اور اونٹنی کے اوصاف ذکر کرنے کے بعد شاعر اصلی مضمون بیان فرما رہے ہیں اور وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ سے اعتزار (عذر خواہی) کرنا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ مہاجرین کی تعریف کرنا ہے۔ **فالمعنی تسعی الوشاۃ فی جهاتها بالا فساد بینه و بینها و تنفیر ها عنه** (حاشیہ باجوری ص ۶۷) چنانچہ حضرت کعب زہیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

(۳۵) **تَسْعَی الْغُوَاۃُ جَنَابَیْهَا وَقَوْلُهُمْ ۞ اِنَّکَ یَا ابْنَ اَبِیْ سُلْمٰی لَمَقْتُوْلُ**

ترجمہ: چغلیاں کھاتے پھرتے ہیں چغلخور ہر دو طرف اس کے اور کہنا ہے ان کا بے شک اسے ابو سلمی کے بیٹے تو ضرور مارا جائے گا۔

(۱) فتنہ پرور لوگ س کی ہر طرف چغل خوری کر رہے ہوں اور ان کا یہ کہنا ہو کہ اے ابن ابی سلمی تو قتل کیا جنے والا ہے۔ (اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے قتل کو جائز قرار دے دیا تھا)

اعراب **یَسْعَی** فعل مضارع مرفوع تقدیری **اَلْوُشَاۃُ** فاعل جمع واش جیسے **رَمَاۃٌ غَزَاۃٌ قَضَاۃٌ** اسم فاعل۔ جنابیها مرکب اضافی مفعول فیہ۔ ضمیر سعاد کی طرف راجع ہے۔ واو حالیہ **قولهم** مبتدا بعد کا جملہ اس کی خبر ہے۔ **اِنَّ** کاک اسم ہے یا حرف ندا ابن منادی منصوب مضاف الیہ ابی سلمی مضاف الیہ مفعول بہ فعل محذوف۔ **لَمَقْتُوْلُ** میں لام ابتداء ہے اس کے لانے کا فائدہ تاکید پیدا کرنا ہے اور **لمقتول** خبر ہے اور جملہ ندائیہ معترضہ ہے۔ اسم **اِنَّ** اور اس کی خبر کے درمیان۔

تشریح: (۱) **تسعی** گھومتا ہے دوڑتا ہے ایک نسخہ میں **تمشی** (چلتا) ہے۔ سعیا دوڑنا

کوشش کرنا قول مصدر بمعنی مفعول با کی ہوئی۔ **الغواۃ** جمع غاو۔ ایک نسخہ میں **الوشاۃ** ہے جمع واش فتنہ پرور۔ چغلخور۔ یک نسخہ میں ہے **تمشی الغواۃ** چغلخور چلتے ہیں **بجنبیها** اس کے دونوں طرف ہا ک ضمیر اونٹنی یا سعاد کی طرف ہے۔ **وقولهم** اور ان کا کہنا ہے کہ ابن ابی سلمی تم قتل کردئے جاؤ گے۔ اس لئے کہ تو نے پیامبر علیہ السلام اور اہل اسلام کی ہجو (برائی) بیان کی ہے

علامہ یوسف نبہانی الغواۃ کی شرح میں فرماتے ہیں **وهم الذین ینقلبون الحدیث بین المتحابین لیفسدوا بینهما** (حاشیہ المجموۃ النبهانیہ ج ۳ ص ۶) جنابیها اس کے دونو طرف حوالیها۔ ھا ضمیر کا مرجع سعاد ہے یا ان کی اونٹنی کہ دونوں طرف فسادی پھرتے ہیں **قولهم** کی جگہ **قیلهم** ان کی بات۔ **اک بیشک** تم یا ابن ابی سلمی اے ابو سلمی حضرت کعب کو اس کے جد سلمی کی طرف منسوب کی گیا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا **اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا اِبْنُ عبد المطلب**۔ اور ایک نسخہ میں ھا انت (خبردار تم) **لمقتول**۔ ضرور قتل کیا جانے والا ہے۔ اس لئے کہ سول اللہ ﷺ نے تیرے قتل کو جائز قرار دیا ہے تو کیا تم قتل ہونے کی طرف جا رہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ فتنہ پرداز چغلخور قریب ہیں کہ ان کی اونٹنی کو گھیرے میں لے رہے ہیں۔ حضرت کعب کو یہ کہتے ہیئے اے کعب بن زہیر تجھے حضرت محمد ﷺ قتل کر ڈالیں گے کیونکہ انہوں نے قتل کی دھمکی دی ہے۔ پھر تم موت کی طرف کیوں جا رہے ہو۔ حضرت کعب ان کی تکلیف دہ باتوں سے ڈر کر محبوب کی جانب جانے سے نہیں باز آئی۔

رقیب از کوئے اوسدراہم   کہ در راہ حرم باشد حرامی

دوستوں کا اظہار بیزاری

(۳۶) وَقَالَ کُلُّ صَدِیْقٍ کُنْتُ آمُلُهٗ ۞ لَااُلْهِیَنَّکَ اِنِّیْ عَنْکَ مَشْغُوْلٗ

ترجمہ: اور کہا ہر دوست نے (جس سے) میں امید رکھتا تھا کہ میں تمہیں نہیں بچا سکتا، بے شک میں تجھ سے الگ ہوں۔

(۱) ہر وہ دوست جس سے میں کچھ امید رکھتا تھا اس نے مجھ سے کہا میں تمہیں دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا بے شک میں تجھ سے الگ ہوں میں تیری کوئی مدد نہیں کرسکتا۔

اعراب: واو عاطفہ یا واو حالیہ ہے **قَالَ** فعل ماضی ہے **کُلُّ خَلِیْلٍ** مرکب اضافی فاعل ہے **کُنْتُ** فعل ناقص **ھُوَ** اس کا اسم **اَمُلُهٗ** وصیغہ فعل متکلم فعل یا فاعل ہٗ ضمیر اس کا مفعول جملہ کنت کی خبر۔ کنت کی صفت محل جر میں **لَااُلْهِیَنَّکَ** صیغہ واحد متکلم فعل نہی معروف با نون ثقیلہ فعل فاعل۔ ک مفعول بہ۔ **اِنِّیْ اِنَّ** صرف مشبہ بفعل ہی ضمیر واحد متکلم اس کا اسم عنک ظرف لغو مشغول کے متعلق ہوکر خبر **اِنَّ** ہے۔

تشریح: و بمعنی اور **قال** کہا **کل** ہر ایک کل احاطہ افراد کے معنی میں آتا ہے صدیق دوست ایک نسخہ میں خلیل (دوست) ہے **اَمَلُهٗ** جس سے میں امید رکھتا تھا صیغہ واحد متکلم ہے۔ لا الهينك (صیغہ واحد متکلم فعل نھی غائب معروف با نون ثقیلہ (میں ہرگز غافل نہیں کروں گا تجھ کو)۔ **لَااُلْهِیَنَّکَ** میں تجھے ہرگز نہیں دھوکے میں رکھنا چاہتا **اِنِّی عَنْکَ مَشْغُوْلٌ** بیشک میں تجھ سے الگ ہوں۔ تیری کوئی مدد نہیں کرونگا۔ **اِلْهَاءَ** کا معنی

ہے غافل کرنا۔ **ای لا اشغلنک فما انت فیه فاعمل لنفسک فانی لا اغنی عنک** (حاشیہ شرح دیوان کعب بن زہیر ص ۱۹)

لا انفعک فاعمل لنفسک میں تجھے کوئی فائدہ نہیں دوں گا تم اپنے لئے جو چاہو کرو۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت کعب بن زہیر نے ایک دوستوں کی جماعت سے پناہ مانگی ان میں سے کان معی النبی ﷺ جو نبی ﷺ کے ساتھ تھے مگر ہر ایک نے کہا میں آپ کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ شاعر کہتا ہے کہ تمام لوگوں سے امیدیں منقطع اور ختم ہو چکی ہیں اور ہر دوست مجھ سے بیزار ہو گیا ہے جس سے مدد کی امید رکھتا تھا۔

خلاصہ　اس شعر میں حضرت کعب بیان کرتے ہیں کہ بارگاہِ رسالت سے میرے خون بدبر ہو جانے کے اعلان کے ساتھ ہی میرے تمام دوستوں نے جن سے مجھے کچھ پناہ یا مدد کی امید تھی، اظہارِ بیزاری کرنا شروع کر دیا۔ نہ کہیں سے مدوعی اور نہ کوئی جائے پناہ میسر آئی۔ بالآخر پناہ ملی تو حضور رحمۃ للعلمین کے دامانِ رحمت میں پناہ ملی۔

نہ کہیں جہاں میں ماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم ہائے سیاہ کو تیرے عفو بندہ نواز میں

میرا راستہ چھوڑ دو جو مقدر میں ہیں ہو کر رہے گا

(۳۷) فَقُلْتُ خَلُّوْا سَبِیْلِیْ لَا اَبَالَکُمْ ۞ کُلُّ مَاقَدَّرَ الرَّحْمٰنُ مَفْعُوْلٗ

ترجمہ: پس میں نے کہہ دیا، تم چھوڑ دو میری راہ، نہ رہے باپ تمہارا پس جو کچھ مقدر کر دیا ہے خدا نے وہ ہو کر رہے گا۔

(۱) میں نے کہا میرا راستہ چھوڑ دو تمہارا باپ نہ رہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مقدر ہے وہ ہو کر رہے گا۔

اعراب فا عاطفہ **قلت فعل فاعل**۔ **خلوا فعل امر فعل فاعل**۔ لائے نفی جنس۔ ابا اس کا اسم معرب ہے لکم محذوف کے متعلق **فکل فا حرف** برائے تعلیل۔ **کل مبتدا ما مولہ قدر فعل** الرحمن **فاعل**۔ مفعول کل ک خبر۔

تشریح: **خلوا** تم چھوڑ دو سبیلی مرا راستہ **لا ابا لکم** تمہارا باپ نہ رہے ایک نسخہ میں **خلوا سبیل یدیھا لا ابا لکم** اس اونٹنی کے اگلے پاؤں کا راستہ چھوڑ دو تمہارا باپ نہ رہے۔ اس میں ان کی مذمت ہے جنہوں نے مدد نہیں کی تھیں اور یہ **کتھکم واھتذاء** کے طریقہ پر ہے۔ **لا اباله** مدح وذم دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ **اَنْ یُرَادَ نفی نظیر الممدوح بنفی ابیه ،ووجه الذم ان یراد انه مجهول النسب** (مختصر شرح قصیدہ بانت سعاد ص ۶۲)۔

ماقدر جو مقسر ومقرر کیا **مفعول** ہونیوالا۔

حضرت کعب نے جب دیکھا مفسدین اور چغلخوروں سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ حضرت کعب کو رسول اللہ ﷺ قتل کر دیں گے اور دوستوں کو امداد سے مایوس و نا امید گئے تو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا **دَعُوْنِی اذھب الی جناب** رسول اللہ ﷺ مجھ چھوڑ دو میں رسول اللہ کی بارگاہ میں معزرت کرتے ہوئے حاضر ہوں اور جو معاملہ خدائے مہربان نے مقدر کر دیا وہ ہو کر رہے گا۔ جب حضرت کعب اپنے دوستوں کی مدد و نصرت کرنے سے مایوس ہو گئے انہیں حکم دیا ان کا راستہ خالی کر دیں رکاوٹ نہ بنیں نبی علیہ

وسلم کی خدمت میں حاضری دینے سے نہ روکیں۔ اور حضرت کعب بن زہیر کے دل میں دینی احساس قوی تھا اور قضاء وقدر پر ایمان بڑا مضبوط تھا۔ اسی لئے فرمایا **کُلُّ مَاقُدِّرَ الرَّحْمٰنُ مَفْعُوْلٌ۔ جو کچھ خدا رحمن نے مقدر کر دیا وہ ہو کر رہے گا۔**

رو مشرق و رو مغرب و رو رو — ہر چہ نصیب است ازاں کم نشود

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا** (سورہ احزاب ۳۸)۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سنا ہے کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے **كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيْرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوٰاتِ والارض بِخَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ قَالَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ** (مسلم)۔

اَلنَّصِيْبُ يُصِيْبُ وَلَوْ كَانَ تَحْتَ الْجَبَلَيْنِ ہر شخص اپنا حصہ پالیتا ہے اگرچہ وہ دو پہاڑوں کے نیچے ہو۔

خلاصہ الرحمن۔ رحمن اور رحیم دونوں رحمت سے اسم مشتق ہیں۔ لیکن بقول صاحب مصدق الفضل رحمن اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے مختص ہیں اس لیے کسی اور کو اس سے موسوم نہیں کیا جا سکتا جبکہ رحیم کے لیے یہ تخصیص نہیں ہے۔ کیونکہ رحم کرنے والے کسی شخص پر اس نام کا اطلاق ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں **قل ادعو اللہ او ادعوا الرحمن** میں دو نام لیے گئے ہیں جن میں کوئی دوسرا شریک نہیں کیا جا سکتا۔ مشرکین عرب کو بھی رحمن کا لفظ گوارا نہیں تھا۔ حدیث شریف میں دو بہتر نام عبد اللہ و عبد الرحمن بیان کیے گئے ہیں، اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے ساتھ کوئی اور اگر اسم ذات ہو سکتا ہے تو وہ الرحمن ہے۔

حضرت کعب اپنے اس شعر میں الرحمن بطور خاص اس لیے لائے ہیں کہ وہ یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اب ان کا جاہلی روایات سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ بت پرستی چھوڑ کر اسلام کی صراط مستقیم ہر گامزن ہو چکے ہیں۔ مزید الرحمن کا نام لے کر وہ ترحم کے جذبات پیدا کرنے اور اپنے لیے معافی کا سامان مہیا کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔

لا ابالکم یہ کلمہ عربوں کے ہاں بڑا مستعمل ہے۔ یہ مدح مذمت، بددعا اور بے تکلفی کے اظہار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مدح کی خاطر کہا جائے تو مراد یہ ہوتی ہے کہ تو خود بہادر اور شجاع ہے اس لیے مجھے آباواجداد پر فخر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ذم میں استعمال ہو تو جہالت نسب سے کنایہ ہے۔ بددعا ہو تو مراد یہ ہوگی کہ تیرا باپ مر جائے۔ بے تکلفی اور اظہارِ محبت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور اس میں دعائے بد کا ارادہ نہیں ہوتا۔ اس شعر میں یہ جملہ معترضہ کے طور پر آیا ہے۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں   سامان سو برس کا کل کی خبر نہیں

موت ہر شخص کا مقدر ہے

(۳۸) كُلُّ ابْنِ أُنْثٰى وَإِنْ طَالَتْ سَلَامَتُهُ ۞ يَوْمًا عَلٰى آلَةٍ حَدْبَاءَ مَحْمُوْلُ

ترجمہ: ہر بیٹا ماں کا اور اگر لمبی بھی ہو جائے سلامتی اس کی ایک دن او پر تختہ میت کے (ضرور) اٹھایا جائے۔

(ا) ہر ماں جایا اگرچہ اس کی عمر کتنی طویل ہو ایک نہ ایک روز چار پائی پر اٹھایا جائے گا۔

اعراب: **كُلُّ** مضاف ابن انثی مضاف الیہ۔ مبتداء واو عاطفہ۔ ان شریہ طالت سلامتہ

فاعل یوما مفعول فیہ (جملہ معترضہ ہے) علی جار الۃ مضاف حدباء مضاف الیہ ظرف لغو مجہول کے متعلق ہوا خبر ہوئی۔ اس ایت شریفہ میں **وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لمهتدون** اور بیشک ہم اگر اللہ نے چاہا ہدایت پانے والے ہیں۔ **اِنْ شَاءَ اللّٰهُ** جملہ معترضہ ہے۔

تشریح: ابن **انثی** ماں کا بیٹا۔ انثی عورت مراد ماں ہے۔ طالت لمبی ہو جائے **سلامته** اس کی زندگی۔ **الة حدباء** پلنگ چار پائی جس ہر میت کو رکھا جاتا ہے حدباء زمین سے اٹھی ہوئی چیز۔ **محمول** اٹھایا گا۔ فرماتے ہیں **کل انسان صائر الی الموت طالت او قصرت فلا یشمت بی احد اذا اهللت** ہر انسان مرنے والا ہے اس کی زندگی طویل ہو یا قصیر اس لئے کوئی مجھ پر خوش نہ ہو جب میں فوت ہو جاؤں یا مارا جاؤں۔ اس لئے کہ موت سے گریز کرنا فائدہ مند نہیں ہے۔ ہر شخص مرنیوالا ہے ایک دن اس کا جنازہ چار پائی پر اٹھایا جائے گا۔ **فقد تضمن البیتان مفهوما اسلامیا خالصا وهو التسلیم فقدر الله سبحانه وتعالی۔**

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **کل نفس ذائقة الموت۔** بیشک ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔ **قل ان الموت الذی تفرون منه فانه ملا قیکم** (سورہ جمعہ ۸)۔ فرما دیجئے یقیناً وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو ضرور وہ تم سے مل کر رہے گی۔

گر صد بمانی و گر صد ہزار   سرانجام مرگ است پایاں کار

خلاصہ اس شعر میں حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ موت ہر شخص کا مقدر ہے خواہ وہ جلدی آئے یا دیر سے وہ آئے گی ضرور اور کوئی ذی نفس اور ماں کا بیٹا اس سے بچ نہیں سکتا لہٰذا موت سے درنا اور بھاگنا فعلِ عبث ہے۔ اسی طرح دوسروں کی موت پر خوش ہونا

فضول اور لایعنی بات ہوگی۔ اس لیے شاعر سمجھتا ہے کہ اگر وہ مارا بھی گیا تو کوئی بات نہیں **کل نفس ذائقة الموت** موت سے ڈرنا شیوہ مسلمانی ہے۔ حضرت کعب کے اسلام سے متاثر ہونے کا پہلا ثمرہ یہی ہے کہ اب وہ موت سے خوفزدہ نہیں رہے۔

نعتیہ اشعار کی تعداد اور مقصود قصیدہ

علامہ جمال الدین ابن ھشام فرماتے ہیں **جمیع ماتقدم توطئة لهذا البيت فان غرضه من القصيدة التنصل والاستطاف** (شرح قصیدہ ص ۷۲)۔ اس سے قبل جو اشعار بیان کئے گے ہیں وہ انے والے شعر کی تمہید تھے۔ تو بیشک قصیدہ کی غرض اپنے اپ کو گناہوں سے نکالنا اور مہربانی طلب کرنا ہے۔ علامہ عبدالقادر بغدادی فرماتے ہیں **وهذا البيت ابتداء خلوصه من الغزل الى المدح وهو مخلص حسن** (ج ۲ ص ۷۱۴)۔ اور یہ شعر غزل سے مدح کی طرف نکلتا ہے اور اچھا ہے۔ اور ان انے والے شعروں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح و نعت بیان کی گئی ہے تا کہ وہ نجات اور معافی کا ذریعہ بن سکے۔ شیخ ابراھیم باجوری فرماتے ہیں **ثم تخلص الى المقصود من القصيدة وهو مدح المصطفى فى البيت الثامن والثلاثين بو قوله انبئت ان رسول الله اوعدنى**۔ (الاسعاد حاشیہ علی بات سعاد ص ۷) الخ۔ ایک نسخہ میں نعتیہ اشعار کی تعداد تیرہ ہے اور دوسرے نسخہ میں نعتیہ اشعار کی تعداد چودہ ہے جو ۳۹ سے لیکر ۵۱ شعر تک ہے۔

مدح و نعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت کعب بن زھیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

(۳۹) نُبِّئْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْعَدَنِیْ ۞ وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَاْمُوْلُ

ترجمہ: میں خبر پہنچایا گیا ہوں کہ بیشک رسول خدا نے (قتل کی) دھمکی دی ہے مجھے اور عفو پاس رسول اللہ کے متوقع ہے۔

(۱) مجھے بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے بارے میں وعید سنائی ہے۔ حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معافی کی توقع کی جاسکتی ہے۔

اعراب: **اُنْبِئْتُ** فعل مجہول صیغہ واحد متکلم۔ **اَنَا** نائب فاعل **اَنَّ** حرف مشبہ بفعل رسول اللہ مرکب اضافی اسم **اِنَّ اَوْعَدَنِیْ** فعل **هُوَ** فاعل **نِیْ** ن وقایہ یا ضمیر مفعول بہ جملہ خبر **اَنَّ**۔ واو عاطفہ العفو مبتداء عند رسول اللہ متعلق العفو کے مامول خبر۔

تشریح: ایک روایت میں **انبئت** ایا ہے۔ معنی دونوں کا ایک ہے۔ یعنی اخبرت میں خبر دیا گیا ہوں اوعدنی انہوں نے مجھے دھمکی دی ہے۔ مامول متوقع اور منتظع۔

الرسول بروزن مفعول بمعنی **مرسل** (بھیجا ہوا) اسم مفعول باب افعال سے ہے۔

اللہ اسم الزات المستحق للعبودية المستجمع لصفات الكمال المنزه عن النقيصة والزوال (مصدق الفضل ص ۱۶۵) اسم جلالت (اللہ) اصل میں **اِلاہ** بروزن فعال بمعنی مفعول ہے اس لئے **مالوہ** یعنی معبود جیسا کہ ہمارا کہنا امام بمعنی **مئوتم به** جس کی پیروی کی جائے۔ (زیادہ صحیح یہ ہے کہ اسم جلالت غیر مشتق ہے۔)۔

اوعدنی فعل ماضی معروف مثال واوی باب افعال۔ **العفو** مصدر ناقص باب نصر **عفوا** سے معمول اسم مفعول مهموز الفا **اَمَلٌ** (امید کرنا) سے ہے۔

لفظ وعد خیر وشر دونوں میں استعمال ہوتا ہے امام فراء کہتے ہیں **وعدته خيرا** میں نے

اسی سے نیکی کا وعدہ کیا **اوعدته شرا** میں نے اس کو برائی سے وعید سنائی اور دھمکی دی۔ علماء فرماتے ہیں کہ بھلائی میں وعد وعدۃ اور شر میں وعید اور ایعاد کا استعمال ہوتا ہے۔ عفوا گناہ معاف کرنا **عند** کسی چیز کا موجود ہونا اور اس پر حرکات ثلاثہ آتی ہیں **عِنْدَ عِنْدِ عِنْدُ** طرف مکان (ظرف زمان ہے) ظرف کی مثال **عند الحائط** (دیوار کے پاس) ظرف زمان کی زمان **عند اللیل** (رات کے وقت) بھی کہا جا سکتا۔ عند رسول اللہ دوبارہ تعظیم کیلئے لائے۔

اَمَلُ بمعنی **رجاء** امید رنا۔ + **عِنْدَہٗ** کی بجائے **عند رسول اللّٰہ** اس لئے کہا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے لذت حاصل ہو اور کہا جاتا ہے کہ جب حضرت کعب نے یہ شعر پڑھا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **والعفو عند اللّٰہ مامول** (شرح قصیدہ بانت کعب بن زہیر ص ۵۴)۔ اللہ تعالیٰ سے معافی کی امید کی جاتی ہے۔

حاصل معنی یہ ہے کہ مجھے خبر دی گئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعید اور دھمکی دی ہے کی تو اس لئے میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا ہوں اور آپ کے حضور عذر مقبول ہوتا ہے اس اعتبار سے آپ کریم ہیں اعتذار کو قبول فرماتے ہیں اور خطاؤں اور غلطیوں سے درگذر فرماتے اور معاف کر دیتے ہیں (مصدق الفضل ص ۱۷۰)۔

خلف وعید

وهذا یوافق مذهب اهل السنة والجماعة، فی تجویذهم الخلف فی الوعید بناء علی ان ذلک من الکرم بحلاف الخلف فی الوعد (مصدق الفضل ص ۱۶۸) کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت کعب بن زہیر کو قتل کرنے کی وعید سنائی تھی

جب وہ اسلام لائے ان کو معاف کر دیا۔ یہی خلف الوعید کی مثال ہے۔

شاعر نے بڑی عمدگی کے ساتھ اپنے کلام کا رخ مدح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف موڑا ہے۔ حضرت کعب نے یہاں جس تہدید اور وعید کا حوالہ دیا ہے وہ جرم ہجو گوتی کی پاداش میں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے واجب القتل ہونے کا اعلان ہے۔ اور یہ خبر انہیں اپنے بھائی بجیر اور کچھ دوسرے لوگوں کے ذریعے سے پہنچی تھی۔ مصرع ثانی میں حضرت کعب نے اعتذار کا لہجہ اختیار کیا ہے اور بڑے موثر پرائے میں عفو کی درخواست کی ہے۔ حسن طلب کا یہ بڑا عمدہ نمونہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس بلاشبہ سراپا رحم وکرم تھی اور ان سے عفو درگذر کی آس لگانا درست بھی تھا۔ قرآن فضائل رسالت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باب میں یوں رطب اللسان ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (سورہ توبہ ۱۲۸)۔ بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نبات چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔ عفور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد ساری مخلوق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب زیادہ مجرموں کو معافی کرنیوالے تھے سفر طائف وفتح ومکہ کے موقع پر بڑے بڑے کافروں کو معاف فرما دیا تھا۔

خلاصہ بعض کے نزدیک یہ شعر تخلص اور گریز کا شعر ہے۔ شاعر نے بڑی عمدگی کے ساتھ اپنے کلام کا رخ مدح رسول کی طرف موڑا ہے۔ حضرت کعب نے یہاں جس تہدید اور وعید کا حوالہ دیا ہے وہ جرم ہجو گوئی کی پاداش میں بارگاہ رسالت سے ان کے

واجب القتل ہونے کا اعلان ہے۔اور یہ خبر انہیں اپنے بھائی بجیر اور کچھ دوسرے لوگوں
کے ذریعے سے پہنچی تھی۔مصرع ثانی میں حضرت کعب نے اعتذار کا لہجہ اختیار کیا ہے
اور بڑے موثر پیرائے میں عفو کی درخواست کی ہے۔حسن طلب کا یہ بڑا عمدہ نمونہ ہے۔
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس بلاشبہ سراپا رحم وکرم تھی اور ان سے رفو درگذر کی
آس لگانا درست بھی تھا۔قرآن فضائل رسالت مآب کے باب میں یوں رطب اللسان
ہے۔**لقد جاء کم من انفسکم عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم بالمؤ منین
رؤف رحیم۔** (القرآن ۹،۱۲۸)۔(لوگو تمہارے پاس تمہیں میں سے یاک رسول
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔تمہاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے اور ان کو تمہاری بہبود کا بہت خیال
ہے وہ مسلمانوں پر نہایت درجہ شفیق اور مہربان ہیں۔

اختلاف روایت: خیال رہے کہ مستدرک حاکم میں مذکورہ شعر کی بجائے۔یہ شعر ہے۔

فَقَدْ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ مُعْتَزِرًا۔ وَالْعُزْرُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مَقْبُوْلٌ

ترجمہ بے شک میں آیا ہوں رسولِ خدا کے پاس معذرت پیش کرنیوالا بن کر اور
معذرت پاس رسول خدا کے (ضرور) قبول ہوتی ہے۔

بیشک میں عذر پیش کرتے ہوئے اللہ کے رسول کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔اور اللہ
کے رسول کی بارگاہ میں عذر قبول کیا جاتا ہے۔اور مصدق الفضل کے اغاز میں یہ شعر ہے

لَقَدْ اَتَیْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مُعْتَزِرًا۔ وَالْعُزُّرعِنْدَ کِرَامِ النَّاسِ مَقْبُوْلٌ

البتہ تحقیق میں آیا ہوں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس معزرت کرتا ہوا اور عزر بزرگ
لوگوں کے نزدیک تو قبول کیا جاتا ہے۔خیال رہے کہ یہ دونوں شعر بعض نسخوں میں نہیں

پائے جاتے۔(واللہ اعلم)۔مفتی الٰہی بخش کاندھلوی متوفی ۱۲۴۵ھ باضت سعاد میں
لکھتے ہیں

اُخْبِرْتُ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ ھَدَّدَنِیْ وَالْکَظْمُ خُلْقُ رَسُوْلِ الرَّبِّ مَجْبُوْلُ

لَقَدْ حَضَرْتُ حَبِیْبَ اللّٰہِ مُلْتَجِاءً وَالصَّفْحُ لُطْفُ رَسُوْلِ اللّٰہِ مَبْذُوْلُ

درگذر کرنے کی درخواست

(۴۰) مَھْلًا ھَدَاکَ الَّذِیْ اَعْطَاکَ نَافِلَۃَ ۞ اَلْقُرْاٰنِ فِیْھَا مَوَاعِیْظُ وَتَفْصِیْلُ

ترجمہ: مہلت دیجیئے رہنمائی کرے آپ کی وہ جس نے آپ کو زائد قرآن دیا جس میں
نصیحتیں اور احکام تفصیل۔

ترجمہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہولت سے سوچیئے (جلدی نہ کیجیئے لوگوں کی باتوں پر۔آپ
کو اس ذات نے ھدایت دی ہے جس نے آپ کو نبوت کے ساتھ قرآن زائد نعمت
عنایت فرمائی جس میں ہر قسم کی نصیحتیں اور پورے (احکام کی) تفصیل ہے۔

اعراب: **مھلا** ممکن ہے **امھل امھالا امھل** کا انت فاعل مستتر امھالا مفعول مطلق۔
ھداک فعل ک مفعول الذی موصول صلہ ملکر فاعل۔لفظوں میں جملہ خبریہ معنی دعایہ ہے
جیسے غفر اللہ لک اللہ تیری مغفرت فرمائے وصلی اللہ علی سیدنا محمد اور یہ صیغہ طلب سے
زیادہ ابلغ ہے **اعطاک** ھو اس کا فاعل ک مفعول نافلۃ مفعول ثانی (نافلۃ القرآن
مرکب اضافی ہو کر مفعول ثانی)۔فیھا ظرف مقدم خبر۔مواعید وتفصیل مرکب معطوفی
مبتداء مؤخر۔

تشریح: قرآن کریم میں **فَمَهِّلِ الْكَافِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا**۔ آپ مہلت دیں کافروں کوانہیں تھوڑی مہلت دینا۔مھلا نرمی۔ڈھیل سے کام لیجئے سزا نہ دیجئے۔

مھلا بمعنی امھل مہلت دو نرمی کر۔مھلا اسماء افعال سے ہے اور امر کی بجائے مصدر لایا گیا امھلا لا صاحب اقصی المراد لکھتے ہیں **ای اھمالا و المراد طلب الرفق** (مخطوطہ)۔یعنی مھلا اصل میں **امھالا** تھا اور مہربانی اور نرمی طلب کرنا مراد ہے۔

مھلا میں رفق اور مہربانی کی طلب ہے کیونکہ آپ ﷺ کی گرفت سے کوئی بھی جان بچا کر نہیں بھاگ سکتا اور نہ نجات پا سکتا ہے اس میں خطاب ہے۔(۲) ھداک اللہ آپ کی زیادہ رہنمائی کرے۔میں دعا و تعظیم ہے جیسے **وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ** اور اللہ آپ پر رحمت فرمائے۔اور صیغہ طلب سے اس میں زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے **وھو ابلغ من صیغة الطلب**۔(۳) اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ذکر کہ آپ ﷺ کو مرتبہ نبوت کے علاوہ قرآن مجید عطا فرما جو تمام علوم الاولین والاخرین کا جامع ہے۔

ھدی رہنمائی کرنا مھلا مصدر مفعول مطلق فعل محذوف امھل کا ہے ھداک جملہ دعائیہ ہے۔**نافلة** زیادہ یہاں عطیہ مراد ہے جو نبوت کے علاوہ ہے اور وہ نعمت قرآن مجید ہے۔نفلی نماز سے فرائض زائد ہوتی ہے اس لئے نفل نماز کہا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ** (سورہ الاسراء ۷۹)۔تو تہجد پڑھیئے یہ آپ کے لئے زائد ہے۔اور **نافلة** بمعنی پوتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً** (سورۃ الانبیاء ۷۲)۔اور ہم نے ابراھیم کو اسحاق عبا کئے اور اور یعقوب پوتا۔

ایک نسخہ میں مواعظہ کی جگہ ومواعید ہے اور وعدہ کی جمع مواعید ہے جیسے میزان کی جمع

موازین ہے (مصدق الفضل) شاعر نے مہلت و نرمی کی درخواست کی کہ وہ گرفتاری وپکڑ سے بچ جائیں یہاں تک اپنے ایمان کا اظہار کرنا ممکن ہوا اور چغلخوروں کی کذب بیانی بھی ظاہر ہوئی جائے۔آپ کو قرآن عطا فرمایا جس میں مواعظ ہیں۔علامہ یوسف نبھانی فرماتے ہیں **ای ان القرآن زيادة على العلوم النبوية التى اعطاها الله للنبى ﷺ والتفصيل تبين مايحتاج اليه من امر المعاش و المعاد** (حاشیہ مجموعہ نبھانیہ ج ۳ ص ۶)۔قرآن میں کفار و منافقین اور فساق کے لئے سخت وعیدیں ہیں اور اصول و فروع احکام کی تفصیل ہے اور مومنین کے لئے جنت کی بشارت۔

اور آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا چنانچہ حدیث میں ہے **وَكَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ** اور اسی قرآن میں ہے **خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ**۔اور درگزر فرمائے اور نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے منہ پھیر دیں۔

خلاصہ مھلا نرمی اور ڈھیل سے کام لینے کی درخواست کا مقصد یہ ہے کہ فوری سزا نہ دیدی جائے بلکہ نرمی سے کام لے کر معاف کر دیا جائے اور ایمان لانے اور پھر دین حق پر عمل پیرا ہونے کا موقع فراہم کیا جائے۔

ھداک جملہ معترضہ اور دعائیہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ خدا آپ کی ہدایت کو اور زیادہ کر دے تاکہ کعب کو بھی حدایت سے حصہ مل جائے۔حضرت کعب طالب ہدایت تھے۔لہٰذا اسی مناسبت سے یہ دعا دی ہے۔

نافلة القرآن اس تذکرے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار نعمتوں سے

نوازا ہے اور کافی معجزات بھی عطا کیے ہیں۔لیکن قرآن کا تحفہ تو خاص تحفہ ہے۔یہ ایسا معجزہ ہے کہ جو تمہاری نبوت کی طرح ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ایسا تحفہ تو کسی پیغمبر کو پہلے عطا نہیں ہوا۔اس عطاو بخشش کے طفیل میری بھی خطائیں بخشش دیجئے۔

مواعیظ تفصیل اس میں قرآن پاک کے مضامین کا تعارف ہے کہ یہ ایسی کتاب ہے کہ ایک طرف یہ پند ونصائح سے بھرپور ہے اور دوسری جانب احکام کی تفصیل وتبیین اپنی تمام ترخوبیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔عقائد (توحید،رسالت اور قیامت وغیرہ) ہیں تو تیس پاروں میں مختلف پیرائے اختیار کر کے ذہن نشین کرائے گئے ہیں۔اوامر اور احکام ہیں تو وہ جگہ جگہ بیان ہوئے ہیں۔قصص اور ایام اللہ ہیں تو عبرت آموزانہ انداز میں شرح وبسط کے ساتھ پیش ہوئے ہیں۔ہوسکتا ہے کہ حضرت کعب یہاں **خذ العفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاھلین** (۷۔۱۹۹) کی طرف جو قرآنی نصیحت ہے،لطیف اشارہ کررہے ہوں جو اُن کے حسبِ حال تھے۔

میرا کوئی گناہ نہیں

(۴۱) لَا تَاْخُذَنِّیْ بِاَقْوَالِ الْوُشَاۃِ وَلَمْ ۞ اُذْنِبْ وَلَوْ کَثُرَتْ فِیَّ الْاَقَاوِیْلُ

ترجمہ: (حضور) نہ پکڑیئے مجھے بوجہ چغل خوروں کی باتوں کے اور ہرگز نہیں میں نے کوئی گناہ کیا گو بہت زیادہ کی گئی میں میرے بارے میں باتیں۔

(۱) آپ چغل خوروں کی باتوں کی وجہ سے مجھے نہ پکڑیئے میں نے کوئی گناہ نہیں کیا اگرچہ میرے بارے میں کتنی ہی باتیں کی جاتی ہیں۔

اعراب: **لَا تَاْخُذَنِّیْ** صیغہ واحد مزکر حاضر فعل نہی حاضر بانون ظقیلہ فعل فاعل۔نون وقایہ ضمیر واحد متکلم مفعول بہ با جارہ اقوال مضاف الواۃ مضاف الیہ فعل کے متعلق ہے واو عاطفہ لم اذنب صیغہ واحد متکلم فعل نفی جحد معروف جملہ فعلیہ واو حالیہ ان شرطیہ۔ کثرت فعل مونث صیغہ واحد۔فی جار مجرور فعل کے متعلق اقوال کی ہے جمع اقاویل فاعل۔

تشریح: اس سے پہلے شعر میں رحمت نرمی اور معافی کی طلب کی گئی تھی اور اس میں اس کا سبب بیان کیا گیا ہے کہ مفسدین، مخالفین، اور چغلخوروں کی کذب بیانی کی وجہ سے سزا نہ دیجئے معاف فرمائے۔اس لئے کہ میرا کوئی گناہ نہیں **لَمْ اُذْنِبْ** (میں نے گناہ نہیں کیا) اس کے بعد جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی وجہ سے ھدایت دی ہے کیونکہ ایمان لانے اور اسلام قبول کرنے سے سابقہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔اے پیغمبر علیہ السلام سخن چینوں کی کئی ہوئی باتوں پر سزا نہ دیجئے میں گنہگار نہیں ہوں حالانکہ میرے بارے میں بہت سی غلط باتیں کہیں گئیں ہیں۔

لا تاخذنی (ہرگز مجھے نہیں پکڑ گئے صیغہ واحمد مذکر حاضر فعل نھی حاضر معروف بانون (ثقیلہ،خفیفہ) وشاۃ جمع واشی چغلخور سخن چین اقوال باتیں۔لم اذنب حالانکہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا یہ جملہ حالیہ واو وصیلہ ہے بمعنی اگرچہ۔اقاویل اقوال کی جمع ہے چغلخوروں کی کی باتیں اقوال جمع قلت ہے اور اقاویل جمع الجمع بروزن افاعیل ہے یہ شعر طلب مربانی اور نرمی کا تتمہ ہے مطلب یہ ہے آپ کسی کو حکم نہ دیں کہ وہ مجھے عذاب وسزا دے اور چغلخوروں کی جھوٹی باتوں کا اعتبار نہ کریں۔(مصدق)۔**والمعنی**

لاتستبح دمی بسبب اقوال الوشاۃ الساعین بینی و بینک بالافساد والکذب والبھتان (حاشیہ السیرت النبویۃ ۱۰۱۹)۔ فی میرے بارے میں۔

خلاصہ اس شعر میں حضرت کعب حضور رسالت مآب سے درگذر کی درخواست کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ لوگوں نے میرے متعلق باتیں بڑھا چڑھا کر آپ ﷺ کے سامنے پیش کی ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جو مبالغہ آمیز باتیں میرے بارے میں کہی جاتی ہیں وہ میں نے قطعاً نہیں کہیں۔

مجلس رسول ﷺ کی شان

(۴۲) **لَقَدْ اَقُوْمُ مَقَامًا لَوْ یَقُوْمُ بِہٖ ۞ اَرٰی وَاَسْمَعُ مَالَوْ یَسْمَعُ الْفِیْلُ**

ترجمہ: (سرکار) میں کھڑا ہوں ایسے کہ اگر کھڑا ہوتا اس جگہ میں دیکھ اور سن رہا ہوں وہ کچھ کہ اگر سن لیتا ہاتھی۔

(۱) خدا کی قسم میں ایسی جگہ (آپ کی بارگاہ میں) کھڑا ہوں، سب کچھ دیکھ رہاں ہوں اور سن رہا ہوں اگر ہاتھی بھی یہاں کھڑا ہوتا اور سب کچھ سنتا (تو وہ ہاتھی کانپتے لگتا)۔ اس کا فارسی میں ترجمہ یوں ہے: ومقامی استادہ ام کہ می بینم ومی شنودان چیز ہائے را کہ اگر فیل بجائے من بشنو دو بیند

اعراب **لَقَدْ** میں لا جواب قسم محذوف ہے اصل میں **واللہ لقد** ا۔ اقوم صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معروف فعل با فاعل۔ مقاما ظرف مکان مفعول فیہ۔ لوشرطیہ جواب شرط شعر کا اول حصہ۔ یقوم فعل مضارع فعل فاعل بہ جار مجرور فعل کے متعلق۔ اری فعل

مضارع واحد متکلم فعل فاعل جملہ اقوم کی ضمیر سے حال ہے اسمع کی ترکیب ظاہر ہے یہ جملہ بھی حال ہے۔ ما موصولہ لو حرف شرط۔ یسمع فعل مضارع فعل فاعل۔

تشریح: (اس کی وضاحت بعد والے شعر میں آرہی ہے) **لَقَدْ اَقُوْمُ** جواب قسم محذوف ہے اصل میں ہے **وَاللّٰہِ لَقَدْ اَقُوْمُ** اللہ کی قسم میں کھڑا ہوں۔ کبھی قسم ملفوظ ہوتی ہے جیسے **تَاللّٰہِ لَقَدْ اٰثَرَکَ اللّٰہُ عَلَیْنَا** (سورہ یوسف) یا قسم مقدر و محذوف ہو جیسے **لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ** (احزاب ۲۱)۔

ایک نسخہ میں **انی اقوم** بیشک میں کھڑا ہوں۔ **لقد اقوم بمعنی الماضی ای لقد قمت المقام مجلس النبی** ﷺ میں کھڑا ہوا۔ مقام، موضوع القیام (کھڑے ہونے کی جگہ) لو برائے شرط یقوم بہ اگر گھڑا ہوتا وہ اس میں اری واسمع جزاء شرط ہے۔ اری (میں دیکھتا ہوں)۔ واسمع (میں سنتا ہوں)۔ اگر مقام مجلس میں ہاتھی کھڑا ہوتا وہ کچھ دیکھتا اور سنتا جو میں دیکھتا اور سنتا ہوں تو ہاتھی ہیبت کی وجہ سے باوجود ضخامت اور بڑے ہونے کے کانپنے لگتا۔ لوشرطیہ ماضی کیلئے ہے مگر مستقبل پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے ارشاد خداوندی ہے **لَوْ یُطِیْعُکُمْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ**۔ (حجرات ۷)۔ اگر وہ تمہارا کہنا مان لیں بہت سے امور میں تو تم مشکل میں پڑ جاو۔ اس شعر میں شاعر نے مجلس رسول ﷺ کی ہیبت و رعب و دبدبہ کا ذکر کیا ہے۔ **وانما ذکر الفیل لانہ اراد العظم والتھویل، والفیل اعظم الدواب شانا** (شرح قصیدہ بانت سعاد لابن حجۃ الحموی)۔ مقاما منصوب ظرفیت کی بنا پر ہے۔ چونکہ جسم کے اعتبار سے ہاتھی بہت بڑا جانور ہے اس لئے اس کا ذکر کیا ہے۔ اس اور اس کے بعد والے شعر میں مجلس

رسول کی بڑی ھیبت وجلال کا ذکر ہے کہ اس مجلس شریف کسی کو دم مارنے کی ہمت نہیں
چنانچہ شمائل ترمذی میں **من راہ بدیھۃ ھابہ و من عاشر احبہ**
میں خطرناک سحرا کو ذرہ بین کر رعبو کرتا رہا جبکہ اندھیروں نے اپنے شہیر اور رات نے اپنی تاریکی کے پردے کو پہلا دیا تھا۔

خلاصہ اس شعر میں دربار رسول کے جاہ جلال اور شوکت وکمال کی لرزہ فگن کیفیت کو بیان کیا گیا ہے واقعی رسول پاک ہیبت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے بہادروں کا پتہ پانی ہونے لگتا ہے اور ڈر کے مارے وہ تھر تھر کانپنے لگتے ہیں۔حضرت عروہ بن مسعود جو صلح حدیبیہ کے موقع پر انہوں نے حضور سرورکائنات کے جاہ وجلال کا جب مشاھدہ کیا تو اہل مکہ کو اس انداز میں اطلاع دی۔بے شک میں نے کسریٰ ایران کا دربار دیکھا ہے اور قیصر روم کی بارگاہ سے بھی ہو آیا ہوں لیکن جو رعب اور احترام میں نے محمد ﷺ کا دلوں پر چھایا ہوا مشاہدہ کیا ہے وہ مجھے کہیں بھی دکھائی نہیں دیا۔اس شعر میں ہاتھی کا تذکرہ اس کے عظیم الجثہ ہونے کی حیثیت سے کیا گیا ہے اور اگلے شعر میں بتایا گیا ہے کہ اگر وہ بھی یہ منظر دیکھ لیتا تو وہ بھی کانپنے لگتا۔

جلال نبوی ﷺ

۴۳) لَظَلَّ یَرْعَدُ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ لَہٗ ۞ مِنَ الرَّسُوْلِ بِاِذْنِ اللّٰہِ تَنْوِیْلُ

ترجمہ: (۱) تو وہ کانپنے لگتا مگر اسی صورت میں کہ اللہ کے حکم سے رسول اللہ کی جانب سے اس کے لئے بخشش کا مژدہ ہوتا۔

ترجمہ: از ین دیدہ ھا و شنید ھا فیل می لرزد مگر این از جانب رسول خدا بخشائش و عفو و امانی باید۔

شدت حوف وغم سے اس کی گردن اور کندھے کے درمیان کا فوشت کانپنے لگتا اگر اسے رسول کریم ﷺ سے امان حاصل ہوتی ہے۔

اعراب: **ظَلَّ** فعل ناقص بمعنی **صَارَ یُرْعَدُ** فعل مضارع مجہول **ھُوَ** نائب فاعل فعل وفاعل مل کر ظل کا اسم بعد کا جملہ خبر۔ **اِلَّا** حرف استثناء اَنْ ناصبہ مصدریہ **یَکُوْنُ** فعل مضارع ناقص لہ فعل کے متعلق من الرسول جار مجرور متعلق تنویل باجار ان مضاف اسم جلالت مضاف الیہ متعلق تنویل کے ہوکر یکون کا اسم ہے۔

تشریح: **لَظَلَّ** میں لام برائے تاکید۔ **یُرْعَدُ** کانپتا ہے۔ **لظل یرعد** البتہ وہ ہاتھی ہمیشہ کانپنے لگتا حوف وڈر اور گھبراہٹ کی وجہ سے **الا ان یکون** مگر یہ کہ ہو اس کے لئے رسول کی طرف سے اللہ کے حکم سے (معافی مل جاتی تو اس کا خوف ختم ہوجاتا۔ **تنویل** دینا بخشش۔ یہاں مراد آمان ومعافی ہے۔ معنی یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ للہ حکم سے درگزر فرمائیں اور معاف کریں تو تسکین قلبی حاصل ہوتی ہے اور خوف دور ہوجاتا ہے۔ ایک روایت میں یہ شعر ہے

لَظَلَّ تَرْعَدُ مِنْ وَجْدٍ بَوَادِرِہٖ ۞ اِنْ لَّمْ یَکُنْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ تَنْوِیْلِ

شدت خوف وغم سے اس کی گردن اور کندھے کے درمیان کا گوشت ضرور کانپنے لگتا۔ اگر اس رسول پاک ﷺ امان حاصل نہ ہوتی۔

(حاشیہ سیرت ابن ھشام)

مازلت اقتطع البید امدرعا　　جنح الظلام وثوب اللیل مبسول

میں خطرناک صحراء کو ذرہ پہن کر عبور کرتا رہا جبکہ اندھیروں نے اپنے شہپر اور رات نے اپنی تاریکی کے پردے کو پھیلا دیا تھا۔

صاحب قصیدہ بردہ فرماتے ہیں

وَمَنْ یَکُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ نُصْرَتُہٗ　　اِنْ تَلْقَہُ الْاَسَدُ فِی اٰجَامِہَا تَجِمِ

ترجمہ اور جس شخص کو رسول اللہ ﷺ کی مدد نصیب ہو اگر اس کے سامنے جنگل کے شیر بھی آجائیں تو وہ خاموش ہو جاتے ہیں۔

خلاصہ　اس شعر میں جلال نبوی کا بیان ہے اور آپ کا یہ جلال، خدا کے جلال کا پرتو ہے، انسان تو ضعیف البنیان ہے۔ اگر ہاتھی جیسا قوی ہیکل حیوان بھی سامنے آئے تو تھر تھر کانپنے لگے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا یہ قول سرکار رسالت کے جلال و جمال کے پہلوؤں کو خوب اُجاگر کرتا ہے۔ فرماتے ہیں: من راہ بدھۃ ھابہ ومن خالطہ معرفۃ احبہ یعنی جو شخص بادی النظر میں آپ ﷺ کو دیکھتا تو وہ ہیبت زدہ ہو جاتا اور ڈرنے لگ جاتا اور جو شخص آپ سے متعارف ہو کر گھل مل جاتا تو اسے حضور پاک سے بے اختیار محبت ہو جاتی۔

حضرت کعب کا دست رسول ﷺ پر ایمان لانا

(۴۴) حَتّٰی وَضَعْتُ یَمِیْنِیْ مَا اُنَازِعُہٗ ۞ فِیْ کَفِّ ذِیْ نَقَمَاتٍ قِیْلُہُ الْقِیْلُ

ترجمہ: یہاں تک کہ میں نے رکھدیا اپنا داہنا ہاتھ جیسے کبھی نہیں کھینچوں گا ہتھیلی میں (کہ

جو) انتقام لینے والے ہیں انہی کا قول ہی دراصل قول ہے۔

یہاں تک کہ میں نے اپنا دائیاں ہاتھ رکھدیا (اسلام قبول کرلیا)۔ اس ذات کی ہتھیلی پر جو بے دینوں سے، بدلنے والی ہے اور جن کی ہر بات سچی ہے۔　حتی یہاں تک کہ وضعت میں نے دکھدیا یمیتی اپنا دایاں ہاتھ لا انازع میں نہیں کھچوں گا (فرمابردار رہوں گا) ذی نقمات دین کی خاطر بدلہ لینے والا قبیلہ آپ کی بات۔

اعراب: حتی غایت یا عطف کے لئے ہے بمعنی **فا وَضَعْتُ** فعل فاعل **یَمِیْنِیْ** مفعول **لَا مَا اُنَازِعُہٗ** صیغہ واحد متکلم فعل مضارع منفی معروف باب مفاعلہ فعل فاعل ہٗ مفعول فہ فی جار کف مضاف ذی مضاف الیہ مضاف لعمات مضاف الیہ متعلق وضعت فعل کے۔ قیلہ مبذاء القیل خبر۔ یہ جملہ ذی نقمات کی صفت ہے۔

تشریح:　حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ اپنا دایاں ہاتھ نبی کریم ﷺ کے دست مبارک میں رکھتے وقت خوف زدہ اور ھیبت زدہ تھے اس لئے کہ آپ ﷺ کفار سے سخت انتقام لینے والے تھے، مگر حضرت کعب نے اپنا دایاں ہاتھ رسول کریم ﷺ کے دست مبارک میں اطاعت وتسلیم اور حکم کی فرمابرداری کرتے ہوئے رکھ دیا تھا۔ اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں اطاعت کرتے ہوئے حاضر ہوئے تھے۔

ماانازعہ میں ان سے جھگڑا کرنیوالا نہیں ہوں۔ بلکہ اطاعت کرنیوالا ہوں۔ اور کعب بن زہیر نے آپ ﷺ کی صفت ذی نقمات بیان کی ہے۔ **ذی نقمات** کفار سے سخت انتقام لینے والے نقمۃ کی جمع ہے بدلہ لینا سزا دینا والمراد صاحب النقمات النبی ﷺ **لانہ کان ینتقم الکفار**۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں **وَمَا**

انْتَقَمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ **لِنَفْسِهٖ اِلَّا اَنْ تَنْتَهِکَ حرمات اللّٰہ و ماضرب بیده شیاء قط الا ان یجاهد فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ**۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **یَاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ** اور حضرت کعب نے آپ کی **قیله القیل** سے تعریف فرمائی ہے۔ **القیل القال القول** تینوں کا معنی ایک ہے۔ کہ آپ ﷺ کو قول سچا کامل معتبر فیصل ہے۔ قیل اسم بمعنی قول ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وقیلہ یا رب اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن اصدق من اللہ قیلا۔

حضرت کعب بن زہیر فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں جس وقت مسجد میں حاضر ہوا اور اپنا ہاتھ نبی کریم ﷺ دست اقدس پر رکھا آپ ﷺ سے امان حاصل کرنے کیلئے التجا کی۔ تو مجھے امان و پناہ مل گی۔

خلاصہ اس شعر میں حضرت کعب اپنے اسلام لانے اور رسول پاک کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اس میں وہ اعلان کرتے ہیں کہ وہ ہمیشہ سرکار رسالت کی اطاعت اور محبت پر قائم رہیں گے اور کبھی اس سے انحراف نہیں کریں گے۔ بیعت کرنے اور دستِ رسول ﷺ میں اپنا ہاتھ دے دینے کے بعد ان کا خوف امن میں بدل گیا، دکھ کی اندھیری رات کٹ گئی اور صبح امید کا اجالا ہوا۔ ظلمتِ کفر کافور ہوئی اور نور اسلام پھیلنے لگا۔ اس شعر میں یہ صراحت بھی ہے کہ حضور پاک اگرچہ اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیتے لیکن جہاں دین کی حرمت اور عزت کا سوال پیدا ہو وہاں وہ دشمنانِ حق سے سختی کے ساتھ بلا رورعایت بدلہ لینے والے ہیں۔ ذی نقمات کا ایک مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر لوگوں نے بہت زیادتیاں کی ہیں لیکن

ان زیادتیوں کا آپ نے کبھی بدلہ نہیں لیا۔ قیلہ القیل اس کا مطلب یہ ہے کہ سچی اور صحیح بات وہی ہے کہ جو اللہ کے رسول کی ہو باقی سب جھوٹ اور دروغ بے فروغ ہے۔ آپ ﷺ ہی کا قول حجت اور نافذ ہونے والا ہے وہ قطعی، حتمی اور قول فیصل ہے کیوں نہ ہو وہ وما ینطق عن الھوی کے مصداق ہیں وہ صادق ہیں اور مصدوق بھی۔

آپ شیر سے زیادہ پر ہیبت و پر جلال تھے

(۴۵) فَلَهُوَ اَخْوَفُ عِنْدِیْ اِذْ اُکَلِّمُهٗ ۞ وَقِیْلَ اِنَّکَ مَنْسُوْبٌ وَمَسْئُوْلُ

آپ میرے نزدیک اس وقت زیادہ بارعب تھے جب میں نے آپ کے ساتھ بات دچیت شروع کی اور کہا یہ گیا تھا کہ تمہاری طرف (جرائم منسوب کئے گئے ہیں اور تم سے حساب لیا جائے گا۔ یہ شعر اس طرح بھی آتا ہے:

لَذَاکَ اَهْیَبُ عِنْدِیْ اِذَا اُکَلِّمُهٗ وَقِیْلَ اِنَّکَ مَنْسُوْبٌ وَمَسْئُوْلُ

ترجمہ: بخدا وہ زیادہ ہیبت والے تھے میرے نزدیک جب میں مصروف گفتگو تھا ان سے اور کہا گیا کہ بیشک تجھ سے (ان الزامات کی) نسبت دیکئی ہے اور تو ان کیلئے جوابدہ ہے۔

تشریح: **اخوف** زیادہ ڈراوے والا رعب والا اور۔ **بیوت** لیظ کی جمع شیر۔ طاقتور چیر۔ مسکنہ رهاش پزید۔ عشر جگہ کا نام فیل یشر شہر کا جنگل، ددنہ اس کے نیچے۔ ایک نسخہ میں **فَلَهُوَ اَخْوَفُ عِنْدِیْ** کی بجائے **لذاک اهیب عندی** ہے (تحقیق) **ذاک** اسم اشارہ توسط کیلئے) ذاک وہ ذات اقدس جو زیادہ رعب وھیبت والی ہے۔ عندی

میرے نزدیک اخوف (زیادہ بارعب تھے) اھیب (زیادہ ھیبت والے) اسم تفضیل ہے۔منسوب نبت دیا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **من راہ بدیھۃ ھابہ و من خالطہ معرفۃ احبہ یقول ناعتہ لم ار قبلہ وَلَا بَعْدَہٗ مثلہ** ﷺ۔(مشکوٰۃ ص ۵۱۷)۔رسول کریم ﷺ اپنے خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا **نُصِرْتُ بالرعب مَسِیْرَۃَ شَھْرٍ** (مشکوٰۃ) ایک مہینے کی دوری تک مجھ کو رعب کے ذریعہ مدد عطا کی گئی دوسری روایت **وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ** اور میری رعب سے مدد کی گی ہے ایک آپ ماہ کا راستہ دشمن دور ہوتے تو ان کے دل میں آپ کا رعب چھا جاتا تھا۔

ہیبت حق است ایں از خلق نیست ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

حضرت کعب بن زھیر کو زیادہ خوف تھا کہ جو باتیں حضرت کعب کی طرف منسوب کی گئی ہیں اور حضرت بجیر کے دعوت اسلام دینے پر جو جواب دیا تھا۔ **سقاک بھا المامور** معنی یہ ہے کہ بیشک میں رسول اللہ ﷺ سے ڈرتا ہوں۔کیونکہ مجھے کہا گیا ہے تیرا جلدی امتحان ہوگا اور تم سے پوچھا جائے گا۔یعنی سخن چین میری اونٹنی کے اطراف میں سخن چینی کرر ہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اے ابن ابی سلمی تمہیں قتل کر دیا جائے گا کیونکہ بجیر کے ایمان لانے کی وجہ سے پیغمبر اسلام ﷺ ان کے صحابہ اور اسلام کی تو نے (برائی) بیان کی ہے۔

اخوف اسم تفضیل عندی اسم تفضیل کا مفعول فیہ شبہ جملہ ھو کی خبر (**اَھْیَبُ اَرْھَبُ** مروی ہے) اذ ظرف زمان بعد کے فعل کے متعلق **اُکَلِّمُ** صیغہ واحد متکلم فعل مضارع ہے

معروف فعل یا فعلُہٗ ضمیر مفعول بہ واو حالیہ۔قِیل فعل ماضی مجھول انک جملہ قِیل کا نائب فائل ان حرف مشہ بالفعل ک اسم منسوب عطوف الیہ واو حرف عطف منسول معطوف خبر۔

شیر کی بہادری

(۴۶) **مِنْ ضَیْغَمٍ بِضَرَاءِ الْاَرْضِ مَخْدَرُہٗ ۞ فِیْ بَطْنِ عَثَّرَ غِیْلٌ دُوْنَہٗ غِیْلٌ**

ترجمہ (تو آپ میرے نزدیک) گھنے جنگل والے اس شیر سے زیادہ بارعب تھے جو بطن عثر کے مقام میں رہتا ہوا اور اس کے اردگرد درختوں کی جھاڑیاں ایک دوسرے بالکل قریب و متصل ہوں۔(جنگل کے سامنے جنگل ہو)۔

یہ شعر اس طرح بھی آتا ہے:

مِنْ خَادِرٍ مِنْ لُیُوْثِ الْاُسْدِ مَسْکِنَۃٌ مِنْ بَطْنِ عَثَّرَ غِیْلٌ دُوْنَہٗ غِیْلُ

کچھار میں داخل (شیر سے زیادہ ہیبتناک) ان شیروں میں سے جو رہتے ہیں وادی عشر میں جہاں درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ ہوں۔

تشریح: **ضیغم** شیر **بضراء الارض** وہ زمین جس میں درخت ہوں **مخذر** شیروں کا جنگل **عثر** اس جگہ کا نام ہے جس میں زیادہ درندے ہوتے ہیں **غیل** زیادہ درخت ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے۔ایک اور نسخہ میں پہلا مصرعہ یوں ہے **مِنْ خَادِرٍ مِنْ لُیُوْسِ الْاَرْضِ مَسْکَنَہٗ** ایک نسخہ میں **مِنْ بطن** اور **ببطن** بھی ہے بمعنی درمیان، وسط۔

دُوْنَہٗ غِیْلٌ جھاڑیاں گنے درخت جو ایک دوسرے کے قریب ہیں اور ایسے جنگل کا شیر سخت وحشت ناک قوی تر حملہ کرنے والا ہوتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ بہادر

جنگلی شیر سے زیادہ ھیبت ورعب اور دبدبہ والے ہیں **اَشَدُّ هَيْبَةً مِنْهُ** (شرح باجوری)۔ سید الواصفین محمد بوصیری متوفی ۶۹۶ ھ اپ ﷺ کو شیر کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں

اَحَلَّ اُمَّتُهُ حِرْزِ مِلَّتِهِ۔ كَالَّيْثِ حَلَّ مَعَ الاَشْبَالِ فِيْ اَجَمِ

اپ ﷺ اپنی امت کو دین کے قلعہ میں اتارا جیسے شیر اپنے بچوں کے ساتھ جنگل میں اپنی رہائش گاہ میں اترا۔

چونکہ شیر تمام جانوروں سے بڑا بہادر ہے اس لئے اس کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے چنانچہ شیخ ابراھیم باجوری لکھتے ہیں **وَاِنَّمَا خُصَّ الْاَسَدُ اِشَارَةٌ اِلَى اَنَّهٗ اَعْظَمُ الْحَيَوانَاتِ هَيْبَةً** (حاشیہ باجوری) اور شیر کا خصوصیت سے کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ شیر تمام جانوروں سے ھیبت میں بہت ہی بڑا ہے یہاں تک کہا جاتا ہے کہ انسان صرف اس کے دیکھنے سے ہی اس کے زیادہ خوف کی وجہ سے بھاگ نہیں سکتا اگر کہا جائے کہ شیر کا وصف حذر (پوشدہ) رہنے سے بیان کیا گیا کہ شجاعت وبہادری جب کبھی لوگوں کی آنکھوں سے پوشدہ رہتا ہے اس کی ہیبت زیادہ ہوتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں زیادہ عزت ہوئی ہے اور اسی لئے بادشاہ لوگوں (زیارت سے) چھپے رہتے ہیں تاکہ لوگوں کے دلوں میں رعب عظمت رہے اگر وہ زیادہ مل جھل کر رہنے لگے تو ان کی زیادہ عزت نہیں سمجھی جاتی۔

(۴۷) **يَغْدُوْ فَيُلْحِمُ ضِرْغَامَيْنِ عَيْشُهُمَا ۞ لَحْمٌ مِنَ النَّاسِ مَعْفُوْرٌ خَرَادِيْلُ**

ترجمہ: وہ (شیر) صبح کرتا ہے پس وہ گوشت کھلاتا ہے اپنے دو شیر (بچوں) کو زندگی (گذر اوقات) ان کی گوشت ہے انسانوں کا، مٹی میں لتھڑا ہوا پارچے پارچے وہ شیر صبح کے وقت اپنے بچوں کو گوشت کھلاتا ہے اور ان کا گزارہ ہی لوگوں کے گوشت پر ہوتا ہے جو مٹی میں لتھڑا ہوا ہو۔

اعراب: **مِنْ ضَيْغَمٍ** جار مجرور متعلق **اَخْوَفُ ضِرَاءُ الْاَرْضِ** جار مجرور۔ **مُخْدَرُهٗ** مبتداء۔ **فی** جار بطن مضاف عشر مضاف الیہ ہوسکتا ہے **غِيْلٌ** مبتدا **دُوْنَهٗ** ظرف غیل کی صفت ہے۔ دوسرا غیل ظرف کا فاعل ہے ہوسکتا ہے دوسرا غیل مبتداء ہے دونہ اس کی خبر مقدم ہو یہ جملہ اسمیہ صفت ہے (مصدق الفضل)۔

تشریح: **یغد** صبح کے وقت شیر شکار کے لئے نکلتا ہے۔ ایک روایت میں یغذ کھانا کھلاتا ہے۔ **فیلحم الحام** سے بمعنی گوشت ہے جوان دونوں بچوں کو دیتا ہے۔ ضرغامین شیر کے دو بچے ضرغام شیر کا بچہ **عیشھما** ان کی خوراک ان در کی گذراقات۔ مٹی میں تھڑا ہوا۔ **معفور** مٹی میں پڑے ہوئے۔ مطروح فی التراب خرادیل چھوٹے ٹکڑے خردل کی جمع۔ گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے مراد میں۔

شاعر شیر کی تعریف کرتا ہے کہ وہ صبح کے وقت اپنی جگہ سے نکلتا ہے اور اپنے بچوں کو انسان کا گوشت لاکر کھلاتا ہے اور گوشت کے بکھرے ہوئے ٹکڑے مٹی میں چھوڑ دیتا ہے ان کے زیادہ اور سیر ہونے کی وجہ سے۔

خلاصہ اس شعر میں بتایا گیا ہے کہ وہ شیر صبح ہوتے ہی اپنے بچوں کے لیے شکار کرنے نکل کھڑا ہوتا ہے اور وہ اس وقت بڑا غضب ناک ہوتا ہے۔ اس کے بطوں کے لیے

شکار کرنے نکل کھڑا ہوتا ہے اور وہ س وقت بڑا غضب ناک ہوتا ہے۔اس کے بچوں کی غذا بھی باسی گوشت یا چوٹے موٹے جانوروں یا کمزور عورتوں کا گوشت نہیں بلکہ مردوں کا گوشت ہے جو بار بار زمین پر پٹخنے کی وجہ سے مٹی میں لتھڑا ہوا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے۔

شیر کی بہادری

(۴۸) اِذَا یُسَاوِرُ قِرْنًا لَا یَحِلُّ لَهٗ ۞ اَنْ یَّتْرُکَ الْقِرْنَ اِلَّا وَهُوَ مَفْلُوْلُ

ترجمہ: جب وہ (شیر) حملہ آور ہوتا ہے اپنے مدمقابل پت تو حلال (جائز) نہیں ہوتا اس کے لیے کہ وہ چھوڑ دے مدمقابل کو مگر یہ کہ وہ (مدمقابل) شکست خورہ ہو جائے۔

جب وہ اپنے مقابل شیر پر اچھل کر حملہ کرتا ہے تو اس کے لئے یہ بات جائز نہیں ہوتی کہ وہ اسے بغیر شکست دیئے چھوڑے۔قرن مدمقابل۔ برابر مفعول شکست خورد۔

تشریح: یساور حمل کرتا ہے۔قرن مدمقابل بہادر۔مفلول منکسر بھا گا ہوا۔شکست کھایا ہوا۔ایک نسخہ میں مجدول ہے۔

یعنی بیشک یہ بہادر شیر اَپنے جیسے ہی شیر کا مقابلہ کرتا ہے اور حملہ کرنے کے لئے میدان میں اتر تا ہے اور اس کے باوجود اس مدمقابل شیر کو شکست دیتا ہے اور اس پر غالب آ جاتا ہے۔

خلاصہ اس شعر میں اس شیر کی بہادری کا تذکرہ ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ کمزوروں اور بزدلوں پر کبھی حملہ آور نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ اپنے برابر کے بہادر حملہ آور ہوتا ہے اور اُسے بھی جب تک بچھاڑ نہیں لیتا اس وقت تک اُسے خود چین نہیں آتا۔ایسے اوصاف والا

شیر بہادر اور شجاع سمجھا جاتا ہے۔لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ایسے شیروں سے بھی کہیں بڑھ کر شجاع ہیں۔

شیر کا رعب کا تذکرہ

(۴۹) مِنْهُ تَظَلُّ سِبَاعُ الْجَوِّ نَافِرَةً ۞ وَلَا تَمَشّٰی بِوَادِیْهِ الْاَرَاجِیْلُ

ترجمہ: اس (شیر) سے رہتے ہوں درندے جو کے کمزور دیکے ہوئے اور نہ چل سکتے ہوں وادی میں اس کی پیادہ پا گروہ۔

اس سے مقام جو کے درندے بھی گھبراتے ہیں اور اس کے جنگل میں پیدل لوگ بھی نہیں گزرتے کیونکہ ڈرتے ہیں۔اور اس سے جو کے درندے بھی گھبراتے ہوں اور اس کے جنگلوں سے پیادہ پا راہ گیروں کی جماعت بھی چلتے ہوئے خائف ہوں اس سے انسان درندے سب خوف زدہ ہوں۔

تشریح: **سباع البحو** مقام جو کے درندے۔وادی جنگل اراجل رجل کی جمع پیدل چلنے نافرۃ کی بجائے صامرۃ بھوکے ٹھرے ہوئے۔معنی یہ ہے کہ یہ شیر کسی وادی (جنگل) سے جب گذرتا ہے اور طاقتور جانور اور پرندے اس سے ڈرتے ہیں اور اس کے کپڑوں اور ان کے گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے اور ان کو کھا جاتا ہے یہ شیر کسی عام کو نہیں کھاتا بلکہ طاقتور اور بہادر کو اپنا لقمہ بناتا ہے یا یہ کہ اس کے جنگل سے جو گزرتا ہے شیر اسے کھا سکتا ہے۔ایک روایت میں یہ شعر اس طرح ہے

مِنْهُ تَظَلُّ حَمِیْرُ الْوَحْشِ ضَامِرَةً ۞ وَلَا تَمَشّٰی بِوَادِیْهِ الْاَرَاجِیْلِ

اس شیر سے نیل گاؤ دور رہتے ہیں اور اس کی وادی (جنگل) میں لوگ پیدل نہیں چلتے

کیونہ اس کے پھاڑ ڈالنے کا خوف ہوتا ہے۔

خلاصہ   اس شعر میں اس شیر کے رعب کا تذکرہ ہے جس کی ہیبت پوری وسیع وعریض وادی پر چھاتی ہوئی ہے اور وہاں کے درندے اس شیر کے ڈر کی وجہ سے یا ہر شکار کے لیے نہیں نکل سکتے اور خوف زدہ رہتے ہیں لہٰذا وہ لاغر اور کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ اس شیر کا رعب اور دبدبہ اتنا زیادہ ہے کہ جس وادی میں وہ رہتا ہے وہ بھی اسی کے نام سے مشہور ہوگئی ہے۔ اس شیر کے خوف اور دہشت کی وجہ سے پیادہ لوگوں کی جماعتیں بھی وہاں سے گزرنے کی جرات نہیں کرسکتیں۔ تنہا مرد یا عورتوں کے تو گذرنے کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

(۵۰) وَلَا يَزَالُ بِوَادِيْهِ اَخُوْثِقَةٍ ۞ مُضَرَّجُ الْبَزِّ وَالدِّرْسَانِ مَاْكُوْلُ

ترجمہ: اور ہمیشہ رہتا ہے وادی میں اس (شیر) کی خود اعتماد (بہادر) دور پھینکا ہوا اسلحہ اور لباس تارتار، خود لقمہ شیر۔

اور اسکی وادی میں جو بھی بہادر سے بہادر آدمی گذرے وہ ہیں کا ہو کر رہ جائے گا۔ اسے کھا لیا جائے گا اور اس کے ہتھیار اور کپڑے خون میں الودہ ہو کر وہ وہیں کے وہیں پڑے رہ جائیں گے۔ لایزال ہمیشہ رہتا ہو وادیہ اس شیر کی وادی سباع پھاڑنے والا الجوفضا وادی۔ ضاسرۃ دبکے رکے ہوئے۔

تشریح: **اخو ثقة** بہادر اپنی بہادری میں قابل بھروسہ۔ **مضرج** خون الودہ۔ کپڑے البذ ہتھیار۔ درسان پرانے کپڑے۔ دریس کی جمع ماکول شیر کا کھایا ہوا۔

مذکورہ بالا پانچ شعروں میں جنگلی شیر کی چند صفتیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) شیر جنگل کے گھنے درختوں میں چھپا ہے۔ (۲) صبح کے وقت وہ شیر نکل کر شکار کرے اور انسانوں کا گوشت اپنے بچوں کو کھلاتا ہے جو مٹی میں لت پت اور ٹکڑے ہوں۔ (۳) جب وہ شیر اپنے مدمقابل بہادر شیر پر حملہ کرتا ہے تو اس کو شکست دیتا ہے (۴) مقام جو کے درندے بھی اس شیر سے ڈرتے ہیں اس لئے لوگ اس شیر کی وادی سے نہیں گزرتے۔ (۵) بہادر آدمی اس کی وادی سے گزرنے والا بحفاظت نہیں گذر سکتا کہ شیر اسے مار ڈالتا ہے۔

تو ایسے بہادر طاقتور جنگلی شیر اور دھتیناک سب پر غالب آنے والے سے بھی لاتعداد رہے نبی کریم ﷺ رعب و دبدبہ والے ہیں۔ آپ کی شان ہی بلند وبلا ہے لاپ کے غموں سے جنگلی شرحوف زدہ ہوتے ہیں۔

نورانیت مصطفی ﷺ

(۵۱) اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ يُسْتَضَاءُ بِهٖ ۞ مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلُ

ترجمہ: بیشک رسول پاک نور ہیں، روشنی حاصل کی جاتی ہے جن کے ذریعے ہندی تلوار ہیں، تلواروں میں سے اللہ تعالیٰ کی، بے نیام

(۱) بیشک رسول ﷺ البتہ نور ہیں ان سے روشنی حاصل کی جاتی ہے ایک ہندی تلوار ہیں اللہ کی سونتی ہوئی تلواروں میں سے۔ (آپ ﷺ اللہ کے رسول نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور اللہ کی تلواروں میں سے سونتی ہوئی ہندی تلوار ہیں)۔

تشریح: یہ شعر تمام مدح کا جامع ہے اور حاصل قصیدہ کا درجہ رکھتا ہے اور یہ نعتیہ قصیدہ کا بہترین شعر ہے۔ جب حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے یہ شعر پڑھا تو چادر

(بردہ) عطا کی گی۔ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے کیا اچھا اور خوبصورت ارشاد فرمایا **ان الرسول لنور یستضاء به** کہ بلاشبہ رسول ﷺ ایسا نور ہیں جس کے ذریعہ روشنی اور ھدایت حاصل کی جاتی ہے۔ اس شعر میں دو صفتیں بیان ہوئی ہیں **لَنُوْرٌ** (۲) **مُهَنَّدٌ** (ہندی تلوار) ان دو صفتوں کے لانے کی حکمت یہ ہے کہ امت جب دو فرقوں میں تقسیم ہوگئی امت جابت وہ ایماندار ہیں اور امت دعوۃ کفار ہیں اس میں دونوں فرقوں کے ساتھ معاملات کی طرف اشارہ ہے اس لئے فرمایا **ان رسول اللہ لنور یستضاء به المؤمنون** بیشک رسول اللہ نور ہیں ان سے ایماندار روشنی طلب کرتے ہیں۔ اور کفار کے ساتھ تلوار سے جھاد کرنیوالے ہیں۔

اس نعتیہ شعر میں چند الفاظ قابل توجہ ہیں (۱) الرسول (۲) لنور (۳) یستضاءبه (۴) سیف (۵) مهند مسلول (۶) من سیوف اللہ (۷) اس کے علاوہ جلال و جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی اس شعر میں کیا گیا ہے۔

(۱) **الرسول** بروزن فعول بمعنی **مرسل** (کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے)۔

(۲) **لَنُوْرٌ** (منور کرنے والا) اسم احوف واوی **فُعْلٌ** کے وزن پر لفظ نور بمعنی منور کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اللّٰہ نور السموات والارض** اور قرآن کریم ہیں یہی معنی وارد ہے **یَاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَنَذِیْرًا وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہ**

بِاِذْنِهٖ سَرَاجًا مُنِیْرًا (احزاب) اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام سراجا منیرا بطور تشبیہ رکھا ہے اس لئے کہ ان سے ھدایت و راہنمائی حاصل کی جاتی ہے جیسا کہ سراج منیر سے راہنمائی حاصل کی جاتی ہے آپ ﷺ کا نام نور ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **قَدْ جَآءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ**۔ یا حدف مصاف محمول ہے لذ و نور (نور والے) اس صورت میں یا تو نور حقیقی ہے یا اس سے دبن واضح مراد ہو نبی ﷺ نے فرمایا **بُعِثْتُ بالْحَنیفیةِ البیضاء** یا یہ مبالغہ کے طور پر فرمایا یعنی رسول کریم اپنے نور کمال کی وجہ سے گویا کہ عین نور ہے یا حرف حرف کرنے کے ساتھ تشبیہ ہے کہ رسول کریم مثل نور کے ہیں اس کے ذریعے روشنی حاصل ہوتی ہے۔ مقصد تک پہچانے والا راستہ معلوم ہوتا ہے۔

حضرت کعب بن زہیر رسول اللہ ﷺ مدح و تعریف میں یوں فرماتے ہیں۔

تَخْدِیْ بِهِ النَّاقَةُ الْاَدْمَا مُعْتَجِرًا۔ بِالْبُرْدِ کَالْبَدْرِ جَلَّی لَیْلَةَ الظُّلَمِ

سفید رنگ کی اونٹنی اپ کو لئے جارہی ہے جب کہ اپ نے چادر کو لپیٹ رکھا ہے تو اپ چاند کی مانند ہیں جو رات کی تاریکیوں کو دور کر دیتا ہے۔

فَفِیْ عَطَافِیْهِ اَوْ اَثْنَاءِ بُرْدَتِهٖ۔ مَا یَعْلَمُ اللّٰهُ مِنْ دِیْنٍ وَمِنْ کَرَمٍ

اپ کے پہلوں یا اپ کی چادر کے درمیان جو دین اور شرافت ہے وہ اللہ ہی جانتا ہے۔

(الروض الانف ج ۴ ص ۳۱۲)۔

نور کی قسمیں

لفظ نور اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ**

وَالْاَرْضِ (النور ۳۵) اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو منور کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کا نام بھی نور رکھا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ** (سورۃ مائدہ ۱۵۰) بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔ یہاں نور سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ جس طرح آپ کا سراجا منیرا (چمکا دینے والا آفتاب) نام ہے اسی طرح نور بھی نام ہے۔ **اَلنُّوْرُ فِی الْحَقِيْقَةِ اِسْمٌ لِكُلِّ مَا هُوَ ظَاهِرٌ بِذَاتِهٖ وَ مُظْهِرٌ بِغَيْرِهٖ** ۲۵ کہ حقیقت میں نور اس چیز کا نام ہے جو خود ظاہر (روشن) ہو اور دوسرے کو ظاہر کر دے کہ دوسری چیزوں کو بھی روشن کرے آپ ﷺ خود بھی نور (روشن) اور دوسروں کو بھی روشن کرنے والے ہیں۔ انوار محمدیہ، حاشیہ جلالین صفحہ ۲۹۸،

تفسیر نعیمی میں ہے کہ نور دو قسم کا ہوتا ہے نور حسی جیسے سورج، چاند، ستارے، بجلی، گیس وغیرہ جس سے آنکھیں منور ہوتی ہیں دوسرا نور عقلی جیسے حضور ﷺ قرآن مجید یا علم کہ ان سے عقل منور ہوتی ہے یہاں نور سے عقلی مراد ہے۔ حق بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نو رحسی اور عقلی دونوں کا جامع ہیں آپ ﷺ کی ولادت کے وقت نور کا ظاہر ہونا چہرہ انور کا روشن ہونا واضح ہے لہذا اسی لئے آپ کا نام نور ہے۔ خیال رہے کہ نور کا اطلاق چند چیزوں پر ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام نور ہے (سورہ نور ۳۵) محمد ﷺ کا نام نور (سورہ مائدہ ۱۵۰) قران کا نام نور (اعراف ۱۵۷) دین کا نام نور (توبہ ۳۲) بیان اور اسلام کا نام نور (زمر ۲۲) تورات کا نام نور (مائدہ ۴۴) انجیل کا نام نور (مائدہ ۴۶) ایمان کا نام نور (حدید ۱۲) نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے بعد نور الانور ہے۔ سراج منیر

ہے۔

(۳) **يُسْتَضَاءُ بِهٖ** (ان سے روشنی طلب کی جاتی ہے) **فعل مضارع مجہول باب استفعال سے اجوف واوی مھموز لام ہے۔**

خلاصہ یہ شعر پورے قصیدے میں بیت القصیدہ (حاصل قصیدہ) کا درجہ رکھتا ہے۔ اور بلاشبہ اس نعتیہ قصیدے کا بہترین شعر ہے۔ اسی شعر کو سماعت فرما کر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت کعب خلعت بردہ سے نوازا تھا۔

شان رسالت میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ متوفی ۵۴ھ کے شہرافاق مدحیہ اور نعتیہ اشعار۔

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ   وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

اور آپ ﷺ سے زیادہ حسین ہیں میری آنکھ نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔ اور آپ زیادہ خوبصورت کسی ماں نے نہیں جنا۔

خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ   كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

آپ کو ہر عیب سے بَرِی پیدا کیا گیا، گویا آپ کی تخلیق آپ کی مرضی اور شاہت کے عین مطابق کی گی ہے۔ (دیوان حسان بن ثابت ص ۱۲)۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ **مرثیۃ الرسول** ﷺ فرماتے ہیں

نُوْرًا اَضَاءَ عَلَى الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا   مَنْ يَّهْدِ لِلنُّوْرِ الْمُبَارَكِ يَهْتَدِیْ

(دیوان ص ۶۵) آپ ایک ایسا نور ہیں جو ساری مخلوق پر چھا گیا اور جسے اس نور مبارک کی اقتداء نصیب ہوئی وہ ھدایت یافتہ ہو گیا۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی شان میں عرض کرتے ہیں:

فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ ۞ وَاَنَّكَ مَأْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبٖ

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں ہے اور آپ کو ہر قسم کے غیبوں کا امین بنایا گیا ہے)۔

وَاَنَّكَ اَدْنٰى الْمُرْسَلِيْنَ وَسِيْلَةً ۞ اِلَى اللّٰهِ يَا ابْنَ الْاَكْرَمِيْنَ الْاَطَائِبِ

(اے بزرگوں اور پاکبازوں کے فرزند تمام رسولوں سے آپ کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت قریب ہے)۔

فَمُرْنَا بِمَا يَاتِيْكَ يَا خَيْرَ مَرْسَلٍ ۞ وَاِنْ كَانَ فِيْمَا جَاءَ شَيْبُ الذَّوَائِبِ

(جو وحی آپ کے پاس آتی ہے آپ ہمیں اس کا حکم دیجئے ہم حضور کے ارشاد کی تعمیل کریں گے خواہ تعمیل حکم میں ہمارے بال ہی سفید ہو جائیں۔

وَكُنْ لِيْ شَفِيْعًا يَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ ۞ سِوَاكَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبٖ

یارسول اللہ اس روز سعاد بن قارب کی شفاعت فرمائیے جب کہ حضور کے بغیر کسی کی شفاعت کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔ کسی محب نے کیا خوب کہا ہے

شَمْسُ الضُّحٰى مُحَمَّدٌ — **بَدْرُ الدُّجٰى مُحَمَّدٌ**

نُوْرُ الْهُدٰى مُحَمَّدٌ — **صَلُّوْا عَلٰى مُحَمَّدٍ**

صَلٰوۃٌ بَرْ مُحَمَّدٌ

ھندی تلوار (۴) **مھندس مھندس من سیوف اللہ مسلول ھندی** (تلوار اللہ کی تلواروں میں سے بغیر نیام کے) اسم مفعول تنہید سے بنا ہے اور یہ باب کا تفعیل کا مصدر ہے بمعنی ہندی لوہے کی تلوار **السُّيُوْفُ** سیف کی جمع کثرت اور اجوف یائی ہے **سیوف اللہ**۔ اللہ تعالیٰ کی تلواریں اس میں مجاھدین کی تلواروں کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ اور ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے جیسا کہ **مَسَاجِدُ اللّٰهِ، بَيْتُ اللّٰهِ** اور **نَاقَةُ اللّٰهِ**۔ میں اضافت تشریفی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا **اَنَا نَبِيُّ السَّيْفُ** یا مھند سے حجت قاطعہ مراد ہے تو پھر سیوف سے حجج (دلیلیں) مراد ہیں یعنی بلاشبہ رسول کریم ﷺ صاحب **حجة قاطعه** ہیں اللہ تعالیٰ کی حجتوں میں سے تو اس بنا پر مسلول سے ظاہر واضح مراد ہے۔ ممکن ہے کہ مھند سے حرف تشبیہ حذف ہو۔ یعنی **الرسول کھند فی قھر الاعداء** رسول دشمنوں پر غالب انے میں ہندی تلوار کی طرح ہیں۔

مَسْلُوْلٌ سے **سلا** باب نصر مضاعف سے بمعنی تلوار نکالنا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت کعب بن زھیر رضی اللہ عنہ نے **مھند من سیوف الھند** پڑھا تو آپ صلی اللہ نے فرمایا۔ من سیوف اللہ۔ ایک روایت میں لنور کی بجائے **لسیف** ہے اور ایک نسخہ میں **مُھَنَّدٌ** کی جگہ **صَارِمٌ** ہے۔ چنانچہ موسی بن عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں مسجد نبوی شریف میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ قصیدہ پڑھا جب اس شعر پر پہنچے۔

ان الرسول لسیف یستضاء به۔۔۔ وصارم من سیوف اللہ مسلول بیشک

اعراب: **اِنَّ** حرف مشبہ بالفعل ہے۔ اور ان کا استعمال شک کو دور کرنے اور یقین دلانے کے لئے ہوتا ہے۔ الرسول اسم **ان** ہے۔ لنور میں لام تاکید ہے (ایک روایت میں **لَسَيْفٌ**) یہ ان کی خبر ہے۔ **یستضاء به** فعل مضارع مجہول **به** جار مجرور اور بہ کی

ضمیر نور کی طرف راجع ہے (۱) یہ نور کی صفت ہے اور (۲) مھند دوسری خبر یا نور کی صفت یا لسیف کیونکہ ایک نسخہ میں **لسیف** ہے (۳) من سیوف اللہ مھند کی صفت ہے (۵) مسلول مھند کی صفت ہے یہ جملہ اخر تک مستانفہ ہے (مصدق الفضل) الرسول مسند الیہ معرفہ لام کے ساتھ جس میں معہود کی طرف اشارہ اور وہ رسول ﷺ ہیں جو تمام رسولوں سے افضل ہیں اور مسند۔ **لنور** کو نکرہ لا کیا ہے اس میں عظمت و بزرگی کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہ جملہ **ان** اور لام تاکید سے مؤکد کیا گیا ہے۔

رسول ایک تلوار ہیں جسکی روشنی پھیل رہی ہے۔ اور اللہ کی تلواروں میں میں سے ایک تلوار ہے ایک ننگی (برہنہ) تلوار ہے تو رسول اللہ نے اپنی استین کے ساتھ لوگوں کی جانب اشارہ کیا کہ لوگ سنیں (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۷۳)۔ اس میں کیا شک ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایسا نور ہیں جس سے حق کی روشنی حاصل کی جاتی ہے اور اللہ کی تلواروں میں سے ایک نیام سے نکلی ہوئی برہنہ ہندی تلوار ہے۔ حضرت جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا **وَجْهُهٗ، مِثْلُ السَّيْفِ قَالَ لَا بَلْ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ** آپ کا چہرہ انور تلوار کی طرح تھا فرمایا نہیں بلکہ سورج اور چاند جیسا تھا۔ (مشکوٰۃ)۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا **خالد سیف من سیوف اللہ عزوجل**۔ (مشکوٰۃ باب جامع المناقب) خالد اللہ بزرگ و برتر کی تلواروں میں ایک تلوار ہے۔ دوسری روایت میں ہے **و سیف رسولہ**۔ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی تلوار ہے۔ سیف کا معنی کنارہ ہے **فاتینا سیف البحر** پھر ہم سمندر کے کنارے پر پہنچے (ساحل) **سیف البحر**۔ فدک کا ایک مقام ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کہ نبی کریم ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ بیشک رسول کریم ﷺ البتہ نور ہیں۔ نور والے ہیں، یا نور کی مثل ہیں۔ ان سے روشنی حاصل کی جاتی ہے یا ھادی ہیں کہ آپ کے ذریعہ ایماندار ھدایت پاتے ہیں یا دشمنوں کو کاٹنے والی ہندی تلوار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو عظمت عطا فرمائی۔ آپ ہندی تلوار والے ہیں یا ہندی تلوار کی مثل ہیں یا کافروں پر غالب آنیوالے ہیں یا ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ نے دشمنوں پر غلبہ دیا ہے اور اللہ ہی کیلئے تعریف ہے کیا ان کی عجب شان ہے۔ کیا ہی ان کا بڑا مرتبہ ہے اس لئے کہ تمام فضائل جمع کر دیئے میں ہے اور لولاک لما خلقت الافلاک۔ (اگر آپ نہ ہوتے میں مخلوق کو پیدا نہ کرتا)۔ کافی گواہ ہے اور تیرے لئے یہ دلیل بھی کافی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا **لست کاحد منیکم علی عظمته دلیلا**۔ (نہیں ہے کوئی تم میں سے میری مثل ان کی عظمت پر دلیل ہے) تو تم جان لو یہ قصیدے کا شعر۔ اصل مقصود اور تشبیب کا خلاصہ ہے۔ (مصدق الفضل مختصرا)۔

تتمہ و خاتمہ مھاجرین صحابہ کی مدح میں

(۵۳) **فِیْ عُصْبَةٍ مِنْ قُرَیْشٍ قَالَ قَائِلُهُمْ ۞ بِبَطْنِ مَكَّةَ لَمَّا اَسْلَمُوْا زُوْلُوْا**

ترجمہ قریش کی ایک جماعت کے ساتھ جس کے کہنے والے نے اس وقت جب

یعنی مسلمان ہو گئے بطن مکہ میں کہا بس یہاں سے ہجرت کر چلو (مکہ سے مدینہ ہجرت کر چلو)۔

اعراب: **فِی عُصْبَةٍ (فِتْیَةٍ)** مسلول کے متعلق مبعوث یا کائن محذوف کے من قرش عصبۃ کے متعلق قال فعل ماضی ابو داوی قائلھم مرکب اضافی فاعل ببطن مکہ جار مجرور متعلق قال کے۔لما ظرف زمان اسلمو د جملہ فعلیہ خبر یہ زولو د جملہ فعلیہ انشائیہ۔

یہ شعر اس طرح بھی آتا ہے:

فِیْ فِتْیَةٍ مِنْ قُرَیْشٍ قَالَ قَائِلُهُمْ   بِبَطْنِ مَكَّةَ لَمَّا اَسْلَمُوْا زُوْلُوْا

جماعت میں قریش سے، کہنے لگا کہنے والا ان کا بطن مکہ میں جب وہ لوگ اسلام لائے کہ کوچ کر چلو

تشریح: **عصبة** جماعت گروہ **فتية** جماعت۔ **عصبة** مردوں کی وہ جماعت جس کی تعداد ۱۰ سے لیکر چالیس افراد تک ہوسکتی ہے۔**مِنْ قُرَیْشٍ** آپ ﷺ خاندان قریش سے تھے۔قریش جو نضر بن کنانہ بن حذیمیہ بن مدرکہ بن الیاس کی طرف منسوب ہے۔تو ہر وہ جو اولاد نضر سے ہوگا وہ قریش ہے **ببطن مكة** مکہ کی سرزمین میں۔ببطن وادی مکہ کے وادی میں مکہ بلد حرام کا نام ہے اور مکہ کو بکہ با کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے قرآن کریم میں ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وھو الذی کف ایدیھم عنکم وایدکم عنھم ببطن مکة** ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اول بیت وضع للناس للذی ببمكة مبارک**۔

زولوا سے امر کا صیغہ ہے بمعنی مکہ سے نکل چلو مدینہ کی طرف۔**قائلھم** ان کا کہنے والا اس سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں یا حضرت عمر بن خطاب یا حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما تھے۔

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ اس شعر میں قریشی مہاجرین کی تعریف کرتا ہے **لَمَّا اِمْتَثَلُوْا اَمْرَ الرَّسُوْلِ ﷺ بِالْهِجْرَةِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَتَرَكَ اَمْوَالُهُمْ وَدِيَارَهُمْ** (توثیق قصیدہ ص ۷۹)۔

معنی یہ ہے کہ حضرت کعب بن زہیر نبی ﷺ مدح (تعریف) کرتے ہیں کہ بیشک آپ ﷺ ایک قوی جماعت میں بھیجے گئے جو قریش سے تھے اور انہوں نے ہجرت کرنا پسند کیا اور دشمنوں کی جماعت سے نکلنے کا ارادہ کیا نا کفار سے قتال کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے مکہ سے بھاگ جانے کے لئے نیت کی کیونکہ کفار مہاجرین پر سختیاں کرتے تھے۔ہجرت کے بعد ان مہاجرین نے کفار پر غلبہ حاصل کیا اس لئے ان کی مدح بیان کی جا رہی ہے۔

زَالُوْا فَمَا زَالَ اَنْكَاسٌ وَلَا كُشُفٌ   عِنْدَ اللِّقَاءِ وَلَا مِيْلٌ مَعَازِيْلٌ

تشریح: **زالوا** منتقل ہو گئے میں نکس کی جمع ہے کمزور مرد۔کشف ڈھال کے بغیر لوگ ،میل تلوار کے بغیر لوگ۔**معازیل** معزل کی جمع وہ جس کے پاس ہتھیار نہ ہوں۔میل جس کے پاس تلوار نہ ہو یا وہ اچھی طرح گھوڑے پر سوار نہ ہوسکے تو زین پر سوار کیا جائے اور جس کے پاس ہتھیار نہ ہوں۔معنی یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے میرے صحابہ تم ہجرت کرو اور جہاد کرو آپ کے حکم کی جب رسول اللہ کے حکم کی تعمیل

کرتے ہوئے ہجرت کی اور جہاد بھی کیا اور انہوں نے جرءت اور بہادری کے ساتھ لڑائی میں ہتھیار اٹھائے نہ کہ بزدلی دیکھاتے ہوئے اور نہ شکست کھاتے ہوئے میدان چھوڑ کر گئے۔

خلاصہ   اس شعر میں مہاجرین کی شجاعت اور اسلام کی خاطر ان کی جان نثاری کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ کہ وہ لوگ ہجرت کے وقت بزدلی کی وجہ سے نہیں نکلے بلکہ وہ لوگ بہادر تھے اور ہر محاذ پر اور ہر میدان میں لڑنے جانتے تھے۔ چونکہ اس وقت جہاد فرض نہیں ہوا تھا لہٰذا ان کے ہاتھ رُکے ہوئے تھے اور جب ہجرت کے بعد اذنِ جہاد ملا تو سب نے اپنی شجاعت کے جوہر دکھا دیئے۔ اس وقت خواہ ان کے پاس اسلحہ تھا یا نہیں وہ بڑے عزم وہمت کے ساتھ میدان کارزار میں اترتے رہے۔

(۵۵) شُمُّ الْعَرَانِيْنَ اَبْطَالُ لَبُوْسُهُمْ ۞ مِنْ نَسْجِ دَاوٗدَ فِي الْهَيْجَا سَرَابِيْلُ

ترجمہ: وہ (مہاجرین) اونچی ناک والے، بہادر، میں، جنگی لباس ان کا بنی ہوئی حضرت داؤد، کی جنگ میں قمیص (زرہیں) ہیں۔

مہاجر اونچی اونچی ناک والے بہادر ہیں۔ جنگ کے وقت حضرت داود علیہ السلام کے ہاتھ کی بنی ہوئی مضبوط زرہیں پہنے ہوئے ہوتے ہیں۔

لغت وتشریح: شم اونچی۔ عرنین ناک، عرنین کی جمع، **اَبْطَالُ بہادر لَبُوْس لباس نَسْجِ بنی ہوئی ہَيْجَا میدان جنگ سَرَابِيْلُ کرتہ زرہ**

خلاصہ   حضرت کعب بیان کرتے ہیں کہ ہادی اسلام مہاجرین کی ایسی جماعت میں مبعوث ہوئے میں جن کے افراد خوبصورت، اونچی ناک والے، غیرت منداور بلند عزائم رکھنے والے بادر ہیں اور لڑائی کے وقت وہ حضرت داود کی بنائی ہوئی یادگار مضبوط زرہیں زیبِ تن کیے ہوتے ہیں۔

(۵۶) بِيْضٌ سَوَابِغُ قَدْ شُكَّتْ لَهَا حَلَقٌ   كَاَنَّهَا حَلَقُ الْقَفْعَاءِ مَجْدُوْلُ

ترجمہ: یہ زرہیں سفید چمکدار اور لمبی لمبی ہیں، باہم پیوست ہو گئے ہیں ان کے حلقے گویا کہ وہ حلقے ہیں قفعاء بوٹی مضبوط بنائے گئے۔

یہ زرہیں (کثرت استعمال سے) بڑی چمکیلیاں اور پہننے والوں کی درازا قامتی کی وجہ سے (لمبی لمبی) ان کے حلقے ایک دوسرے میں بالکل پیوست، گویا کوکھرو کے حلقے ہیں جو نہایت مضبوط اور پایدار بنائے گئے۔

تشریح: **بیض** سفید، چمکدار، سوابغ زرہیں شکت پیوست ہوگئیں ایک دوسرے میں خلق حلقے، **کانھا** گویا، **القفعاء** نامی بوٹی کے خلقے یا ایک درخت ہے جس پر پتے اور پھول لگتے ہیں۔ مجذول بناوٹ میں مضبوط بنایا گیا۔

خلاصہ   زرہوں کا سفید چمکدار ہونا اس بات کی علامت ہے کہ ان کو اکثر استعمال کیا جاتا ہے۔ اور وہ پڑی پڑی زنگ آلود نہیں ہونے پاتیں۔ یہ ان مہاجرین کے ذوق رزم آرائی اور جوش جہاد کا بین ثبوت ہے۔ زرہوں کا لمبا ہونا یہ بتاتا ہے کہ ان کے پہننے والے اصحاب لمبے لمبے قدوقامت کے خوبروجوان ہیں۔ حلقوں کا باہم پیوست ہونا اس اَمر کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ زرہیں دھری بنائی گئی۔ مجذول بناوٹ میں مضبوط بنایا گیا۔

(۵۷) لَيْسُوْا مَفَارِيْحَ اِنْ نَالَتْ رِمَاحُهُمْ ۞ قَوْمًا وَلَيْسُوْا مَجَازِيْعًا اِذَا نِيْلُوْا

ترجمہ: یہ مہاجرین ایسے نہیں کہ اگر ان کے نیزے کسی قوم پر غالب آئیں تو اترانے

لگیں اور مغلوب ہوں تو واویلا کرنے لگیں۔

یہ شعر اس طرح بھی آتا ہے

لَا یَفْرَحُوْنَ اِذَا نَالَتْ رِمَاحُهُمْ   قَوْمًا وَلَیْسُوْا مَجَازِیْعًا اِذَا نِیْلُوْا

نہیں زیادہ خوش ہوتے جب فتح پالیں نیز سے ان کے کسی قوم پر، اور نہیں ہیں واویلا کرنے والے جب مغلوب ہوجائیں۔

تشریح: نالت لگ جائے تکلیف پہنچے۔ مجازیع اس کا واحد مجزاع بمعنی سخت گھبراہٹ دوسرے نسخہ میں پہلا مصرعہ یوں ہے لَا یَفْرَحُوْنَ اِذَا نَاحَتْ رِمَاحُهُمْ۔ وہ خوش نہیں ہوتے اور فخر وغرور نہیں کرتے جب ان کے نیزے دشمنوں پر غالب آجائیں اور شکوہ فریاد بھی نہیں کرتے۔ فرمان خداوندی ہے لِکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰکُمْ۔ (سورہ حدید ۲۳)۔ تاکہ تم غم نہ کرو اس چیز پر جو تم سے فوت ہو گئی۔ اور نہ اتراو اس پر جو اللہ نے تمہیں دیا۔

خلاصہ   اس شعر میں مہاجر صحابہ کرام کے بارے میں واضح کیا گیا ہے کہ وہ بڑے متعدل مزاج ہیں۔ کامیابی ہو تو اس پر اتراتے نہیں جیسا کہ رام طور پر کم ظرف لوگوں کی عادت ہے۔ امام ثعالبی فقہ اللغۃ کے بیان کے مطابق مسرت کے مندرجہ ذیل درجے ہیں: الجذل یا ابتہاج، استبشار، ارتیاح یا ابرنشاق، فرح (اترانا)، مرح اللہ تعالیٰ کو فرح اور مرح کا انداز مسرت ناپسند ہے جیسا کہ ارشاد قدرت ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَارِحِیْنَ (۲۸،۲۶)۔ اسی طرح ناکامی کی صورت میں جزع فزع کو بھی اسلام میں پر واویلا نہ کر اہل ہمت اور ارباب عزیمت کا کام ہے ور یہ مہاجرین کی باطنی شجاعت، مضبوطی کردار اور ضبط نفس کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔

(۵۸) یَمْشُوْنَ مَشْیَ الْجِمَالِ الزُّهْرِ یَعْصِمُهُمْ ۞ ضَرْبٌ اِذَا عَرَّدَ السُّوْدُ التَّنَابِیْلُ

ترجمہ: وہ چلتے ہیں چال سفید (خوبصورت) اونٹوں کی بچاتی ہے ان کو شمشیر زنی جبکہ منہ موڑ لیتے ہیں سیاہ فام، کوتاہ قامت۔

یہ سفید خوب صورت اور اونٹوں کی طرح باوقار چال چلتے ہیں جب سیاہ رنگ کے کوتاہ قامت لوگ بھاگتے ہیں تو ان کی تلواریں ان کی حفاظت وصیانت کرتی ہیں۔

تشریح: **الذهر** جمع ازھر سفید۔ **یعصم** حفاظت فرتا ہے۔ **صرب** مصدر شمشیر کرنی السود داسود کی جماع سیاہ فام لوگ التنابیل کوتاہ قامت لوگ۔ عرد بھاگ گیا۔ سود جمع اسود سیاہ۔ تنابیل جمع تنابل، کوتاہ قد۔ ضرب قتل کرنا مارنا۔ اس بیت میں شاعر نے مہاجرین کے قد کی بلندی خوش خلقی اور اچھا سلوک کرنے کی تعریف کرر ہے ہیں اور دوسرے مصرعہ میں بعض کے نزدیک انصار کی طرف اشارہ اور تعریض ہے کہ وہ سیاہ کوتاہ قد اور ڈرپوک ہیں مطلب یہ ہے کہ مہاجرین سفید اونٹوں پر سوار ہو کر جنگ میں راستہ رندتے اور طے کرتے ہوئے جاتے ہیں ان کی تلوار حداظت کرتی ہے جب کہ سیاہ رنگ کوتاہ قامت والے لوگ بھاگتے ہیں۔

خلاصہ   اس شعر میں مہاجرین کرام کی میدان جنگ میں ثابت قدمی شمشیر زنی اور بلند حوصلے کی تعریف کی گئی ہے۔ وہ میدان کارزار میں خوبصورت زردی مائل سفید اونٹوں کی طرح تیز تیز لیکن پر وقار انداز سے آگے بڑھتے ہیں۔ یہاں اونٹوں کا رنگ ازھر بتایا گیا۔

امام ثعالبی کہتے ہیں کہ ازھر زردی مائل سفید رنگ کو کہتے ہیں جو آنکھوں کو بھلا معلوم ہو اور یہ رنگ موتیوں اور چاند کے رنگ کی طرح ہوتا ہے۔ انسانوں اور اونٹوں وغیرہ میں اسی رنگ کو خوبصورتی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ حضور سرور کائنات کا بھی یہی رنگ تھا۔ جیسا کہ حضرت انس بن مالک سے مروی حدیث میں ہے کان ازھر ولم یکن امھق یعنی آنحضرت کسی قدر کہتے ہیں جو محض گورا چٹے تھے لیکن بالکل سپید ہرگز نہ تھے۔ امھق بقول ثعالبی ایسے آدمی کو کہتے ہیں کہ جو محض گورا چٹا ہو اور اس میں سرخی قطعا نہ ہو۔

بعض کے خیال میں اس شعر میں انصار پر تعریض کی گئی ہے۔ بعد میں حضرت کعب نے اس کی تلافی کر دی اور انصار کی شان میں بلند پایہ مدحیہ قصیدہ رائیہ کہا۔

(۵۹) لَا یَقَعُ الطَّعْنُ اِلَّا فِیْ نُحُوْرِھِمْ ۞ وَمَالَھُمْ عَنْ حِیَاضِ الْمَوْتِ تَھْلِیْلُ

ترجمہ: نہیں پڑتے نیزے کے وار مگر سینوں میں ان کے اور نہیں ہے ان کے لیے حوض مرگ سے کوتی ہچکچاہٹ۔

نزوں کی ضرب کی پیٹھوں پر نہیں، بلکہ ان کے سینوں پر پڑتی ہے (سامنا کرتے ہوئے چوٹیں لیتے ہیں بھاگتے ہوئے پیٹھ پر چوٹ نہیں کھاتے)۔ اور نہ تامل کرتے ہے موت کے حوض میں غوطہ لگانے سے۔

تشریح: **الطعن** نیزوں کے زخم **تھلیل** بزدلی بھاگنا۔ نحور سینے۔ **حیاض الموت**، ہلاکت کی جگہیں، میدان مطلب یہ ہے کہ نیزوں کا وار ان کے سینوں میں پڑتا ہے اور موت کو حوض میں غوتا ہ لگانے سے تامل نہیں کرتے۔ اور نہ میدان جنگ میں جانے سے ڈرتے جو بہادری کی دلیل ہے۔ ھشام نے کہ حضرت کعب نے یہ قصید ہمقام مدینہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بعد کہا تھا (سیرت ابن ھشام)۔ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ یہ شعر پڑھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے ان افراد کی طرف دیکھا جو ایک مجلس پاک میں موجود تھے ان کی جانب اشارہ فرما رہے تھے کہ یہ شعر سنو۔ (شرح قصیدہ بانت سعاد **للخموی** لابن الانباری لابن ھشام) مہاجرین کے بعد حضرت کعب بن زھیر نے انصار مدینہ کی بھی تعریف کی اور ان کی خوبیوں وقربانیوں کا ذکر بھی کیا

خلاصہ اس شعر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں دین کی خاطر ترک وطن کرنے والے معابیوں کی بے مثال شجاعت کو خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے وہ نیزوں کے وار اپنی پیٹھوں پر کبھی نہیں کھاتے بلکہ ہمیشہ پیش قدمی کرتے ہوئے اپنے سینوں پر وار کھاتے ہیں۔ یہ لوگ موت سے کبھی خوف نہیں یکھاتے۔ لہٰذا جنگ کے میدانوں میں بے خطر کر د پڑتے ہیں جہاں کہ موت یقینی ہوتی ہے۔ میدان سے نہ بھاگنا، آگے بڑھ کر وار کرنا اور زخم کھانا بہادری کی نمایاں علامت ہے۔

قصیدہ بانت سعاد کی (صوفیانہ) تاویل

(از حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی متوفی ۱۲۳۹ھ)

سعاد سے دنیا کا مال و جمال مراد ہے اس قصیدہ کے شروع میں جو لفظ سعاد کا مذکور ہے۔ اس سے یہ چیزیں مراد ہیں۔ دنیا کا مال و جمال اور دنیا کی لذتیں۔ شروع قصیدہ میں سعاد کا اس قدر وصف مذکور ہے کہ کسی معشوقہ محبوبہ کا اعلیٰ درجہ کا وصف ہوسکتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اولاً ہر شخص کو ایسی معشوقہ محبوبہ کی رغبت ہوا کرتی ہے۔

سعاد کے عیوب کا تذکرہ پھر اس قصیدہ میں سعاد کے عیوب کا ذکر ہے کہ تجربہ کے بعد عاقل پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور ان عیوب کا بیان اس قصیدہ میں اس شعر سے شروع ہوا۔

اَکْرِمْ بِهَاخُلَّةً الخ

سعادت عبدیہ حقیقیہ کا شوق پھر سعادت ابدیہ حقیقیہ کے شوق کا بیان ہے اور یہ شوق اس وقت شروع ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات نور یہ معلوم ہوتی ہیں اور یہ بیان اس شعر سے شروع ہوا۔ **اَمْسَتْ سُعَاد بِاَرْضٍ** الخ

حصول سعادت کی شرطیں اور سعادت ابدیہ حاصل کرنے کے لئے چند شرائط ہیں۔ وہ اس قصیدہ میں مذکور ہیں۔ یعنی یہ کہ طالب بزرگ ہو اس کا نفس پاکیزہ ہو اور یہ بیان اس قول میں ہے **لَا تُبَلِّغُهَا** الخ

محنت اور ریاضت برداشت کرنا اور یہ بھی ضرور ہے کہ طالب قوی ہو کہ وہ محنت اور ریاضت برداشت کر سکے اور یہ بیان اس قول میں ہے **وَلن یبلغها الا غذافرة**

طالب کا باہمت ہونا اور چاہیئے کہ طالب عالی ہمت ہو۔ اور یہ بیان اس قول میں ہے۔

عَرَضْتُهَا طَامِسُ الْاَعْلَامِ مَجْهُوْلٌ

طالب کا کشف اور بصارت میں کامل ہونا اور کشف اور واقعات میں طالب کی بصارت کامل ہو اور یہ بیان اس قول میں ہے **ترمی العیوب بعینی مفرد لهق آخر** اشعار تک

طالب میں اللہ کی جانب جذب ہو پھر اس قصیدہ میں یہ بیان ہے کہ چاہیئے کہ طالب میں اللہ تعالیٰ کی جانب جذب ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے شوق میں اس کو وجد ہو۔ جب یہ شرطیں طالب میں پائی جائیں تو اس کو سعادت ابدیہ حقیقیہ حاصل ہو سکتی ہے اور اسی بناء پر یہ قول بھی ہے:

مستی ءدولہ شرط طریق افتاد است   بے مست شدن کار کسے نکشادہ است

یعنی راہ پانے کے لئے مستی اور بے خودی شرط ہے، بغیر مست ہوئے کسی کام کا انجام نہ ہوا ہے

ناقہ کو دوڑ کے ساتھ تشبیہ دیا اور یہ امر اس طرح ثابت کیا کہ تشبیہ دی ناقہ کے دوڑنے کے ساتھ حرکات شتر مرغ کے کہ اس کا بچہ مر گیا ہو۔ عین بوقت اشتداد حرارت دن میں تا اشارہ کرے طرف حرارت مطلب کے اور ختم کیا اس بیان کو اپنے اس قول میں **عَنْ تَرَاقِيْهَا رَعَابِيْلُ**

حقوق شریعت وطریقت میں تقصیر پھر اس قصیدہ میں اس امر کا بیان شروع کیا ہے۔ جو مالک سے حقوق شریعت وطریقت ادا کرنے میں تقصیر ہوتی ہے۔ اور اس سے کے دوستوں اور اقارب کو نفع نہیں ہوتا۔ اور یہ بیان اس قول میں ہے۔ **تَسْعَى الوشَاة جَنَابَيْهَا** الخ اور یہ بیان اس قول میں بھی ہے۔ **وقال کل خلیل کنت اٰملُهٗ**۔ پھر اس امر کا بیان شروع کیا۔

سالک کی حالت توکل کے وقت جو سالک کی حالت اس وقت ہوتی ہے جب اس کو کامل توکل حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کی التجاء شیوخ کاملین سے رہا کرتی ہے اور وہ سالک توبہ اور استغفار میں مشغول رہتا ہے اور یہ بیان قصیدہ کے اس قول میں ہے **اُنْبِئْتُ اَنَّ**

رَسُوْلَ اللّٰہ الخ

طالب کو چاہئے کہ شیخ کا ادب کرے اور یہ بیان اس قول میں بھی ہے۔ نَقَدْ اَتَیْتُ
رَسُوْلَ اللّٰہِ مُعْتَذِرًا۔ پھر اس قصیدہ میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ طالب کو چاہئے کہ
شیخ کے ساتھ ادب کا لحاظ رکھے اور یہ بیان اس قول میں ہے لَقَدْ اَقُوْمُ مَقَامًا لَّو
یَقُوْمُ بِہٖ

تجدید بیعت اور تجدید بیعت کی طرف اس قول میں اشارہ کیا ہے حَتّٰی وَضَعْتُ
یَمِیْنِیْ

شیخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو تو ادب زیادہ کرنا چاہیئے پھر یہ بیان کیا کہ جب شیخ رسول ہو، جامع
احکام شریعت وطریقت کا تو ایسے شیخ کے ادب کی رعایت زیادہ ضروری ہے اس شیخ کے
حقوق کے اعتبار سے جو کہ صرف ولی ہو۔ اور یہ بیان اس قول میں ہے۔ لِذَاکَ اَھْیَبُ
ھِنْدِیْ الخ

حضرت علی کی طرف اشارہ اور شیخ ولی کی جانب اس قول میں اشارہ کیا ہے۔ من خَادِرٍ
الخ اور گویا یہ اشارہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جانب ہے۔ اس واسطے کہ ولایت مطلقہ
محمدیہ کے آپ ہی شیخ ہیں اور یہاں خادر کا لفظ ذکر کیا اور اس کا وصف بالاخفار کہا۔ اس
واسطے کہ ولایت کا امر پوشیدہ ہوتا ہے اور اولیاء اللہ خفیہ ہوا کرتے ہیں

شیخ کی شروط اور شیخ کے شروط کی جانب اس قول میں اشارہ کیا ہے۔
یَغْدُوْا الخ یعنی شیخ روح وقلب کی تربیت کرتا ہے۔ اور قبائل کے تعلقات کو قطع کرتا ہے
اور شیخ کو یہ شرط بھی ہے کہ وہ وسوسہ اور خطرات اور شبہات کو دفع کرے۔

شیاطین اور جن کی طاقت نہیں کہ وہ گمراہ کرسکیں اور اس قصیدہ میں جو یہ قول ہے سِنُہٗ
تظل سِیَاعُ الجَوِّ ضَاھِرَۃً اس سے مراد ہے کہ شیاطین انس وجن کی طاقت نہیں کہ وہ
اس شخص کو گمراہ کریں جو اس طریقہ میں داخل ہو۔

مرید کی طرف اشارہ اور یہ جو قول ہے وَلَا یَمْشِیْ لِوَادِیْہِ الارحیل یہ قول اشارہ ہے
مرید کی شرط کی جانب کہ چاہیئے مرید عالی ہمت ہو۔ قاصر نہ ہو۔

شیخ کی قوت سے نفس کو فناء کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور شیخ کی قوت سے فناء نفس کا درجہ
حاصل ہوتا ہے اور یہ بیان اس قول میں ہے۔ وَلَا یَزَالُ بِوَادِیْہِ اَخُوْ ثقۃ الخ

پیغمبر کی ترجیح پھر مکرر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترجیح بیان کی ہے اس شعر میں

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُسْتَضَآءُ بِہٖ — مُھَنَّدٌ من سُیُوفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلٌ

رفقاء طریقت اور جلساء خانقاہ کی طرف اشارہ

پھر رفقاء طریقت اور جلساء خانقاہ کی جانب اس قول میں اشارہ کیا ہے۔ دی
عصبۃ من قریش الخ

ان کی صفات عظیمہ جو طریقت میں داخل ہوئے اور ان کی صفات عظیمہ بیان کی۔ منجملہ
ان صفتوں کے یہ صفت بھی ہے۔ جس کو ان لوگوں کے بیان کرنے والے نے کہا ہے اور
وہ صفت یہ ہے۔ بِبَطْنِ مَکَّۃَ یعنی بطن مکہ معظمہ میں جب وہ لوگ اسلام لائے۔ یعنی
طریقت میں وہ لوگ داخل ہوئے۔

قطع علائق کا نام ہجرت ہے اور ان لوگوں نے شیخ کی بیعت قبول کی۔ تو ان لوگوں نے
مال وجاہ وطن وقبائل کو ترک کیا اور قطع علائق کیا۔ اور یہی ہجرت حقیقہ ہے۔ لیکن وہ لوگ

اس وقت قاصر نہ رہے۔

نفس اور شیطان سے مقابلہ کرنا جب دشمنوں سے مقابلہ ہوا۔ اور وہ وہ دشمنِ نفس وشیطان اور باقی دوسرے مخلوق سے تھے۔ بلکہ مقابلہ کرنے میں ان لوگوں کی اہمت عالی رہی۔ اور نفس کے ساتھ مخاصمت کرنے میں ان لوگوں کو کچھ تامل نہ ہوا۔

لباس تقوی اور شریعت کو اختیار کرنا پھر اس قصیدہ میں ان لوگوں کی یہ صفت بیان کی۔ کہ ان لوگوں نے لباس تقوی وشریعت کو اختیار کیا اور یہ بیان اس قول میں ہے۔ **لُبُوْسُهُمْ مِنْ نسیج**

عزائم شریعت کی طرف اشارہ اور عزائم شریعت کی جانب اس قول میں اشارہ کیا۔

بِیْضٌ سَوَابِغٌ الخ

تکبر کی نفی اور نفی تکبر کی جانب اس قول میں اشارہ ہے **لَا یَفْرَحُوْنَ** الخ

تکالیف شریعت پر صبر کرنا اور تکالیف شریعت پر صبر کرنے کی جانب اس قول میں اشارہ ہے **وَلَیُوا مَجَازِیعًا** الخ

طریقت کے نشاط کی جانب اشارہ اور طریقت کے نشاط کی جانب اس قول میں اشارہ کیا۔ **یَمْشُوْنَ مَشَی الجِمَال الزهر** الخ اور جن لوگوں کا ذکر اوپر ہوا ہے۔

محبت کی تلوار سے نفسوں کو فناہ کرنا ان لوگوں نے محبت کی تلوار سے اپنے نفسوں کو گنا کیا اور یہ بیان اس قول میں ہے۔ **لَا یَقَعُ الطَّعْنُ اِلَّا فِی نُحُوْرِهِمْ** الخ اور سلوک کسبی کا یہ آخر درجہ ہے اور سلوک وھبی کے مدارج ابھی باقی رہ جاتے ہیں۔

(فتاوی عزیزی فارسی ج ا ص ۲۹، فتاوی عزیزی اردو ص ۱۳۹)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاعر نہیں تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ شعر کہتے تھے اور نہ بناتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ آپ کی شان میں فرماتا ہے **وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهٗ** (یس ۶۹)۔ نہ تو ہم نے کو شعر سکھائے اور نہ یہ ان کے لائق ہے۔ قرآن مجید کے بارے میں ہے **وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ** (الحاقۃ ۴۱)۔ یہ کسی شاعر کا قول نہیں۔

گندے اشعار بنانے اور سنانے والوں کی قرآن میں مزمت کی گئی ہے چنانچہ اللہ فرماتا ہے **وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ**۔ (الشعراء ۲۲۵)۔ شاعروں کی پیروی وہ کرتے ہیں، جو بہکے ہوئے ہوں۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ شاعر ایک ایک بیابان میں سر ٹکراتے پھرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھے اشعار شوق سے سنتے تھے اسی لئے آپ نے قصیدہ بانت سعاد سنا تھا۔ اور حضرت حسان کے اشعار بھی سماعت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ عمرۃ القضاء کے موقع پر حضرت عبداللہ بن رواحہ آپ کے آگے آگے کچھ اشعار پڑھ رہے تھے، اور آپ سن رہے تھے اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو منع کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر ان کو مت روکو۔ یہ اشعار کفار پر تیر برسانے زیادہ مؤثر اور سخت ہیں۔ (شمائل ترمذی)۔ حضرت شرید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اس وقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امیہ بن ابی الصلت کے سو شعر سنائے اور ہر شعر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ اور

سناؤ۔ اور آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا اسلام لے آنا بہت ہی قریب تھا۔ (کیونکہ ان کے اشعار توحید، حقائق، معاد اور اسلامی تعلیمات کے مضامین پر مشتمل ہوتے تھے) جیسا اس کا کہنا ہے۔

لَکَ الْحَمْدُ وَالنَّعْمَاءُ وَالْفَضْلُ رَبَّنَا   فَلَا شَيْءَ اَعْلٰى مِنْکَ حَمْدًا وَّلَا مَجْدًا

ترجمہ: اے ہمارے رب! تیرے ہی لئے تعریفیں ہیں اور تیری ہی کی ملکیت میں تمام نعمتیں ہیں اور تیرے ہی لئے سب فضیلتیں ہیں، اور نہ تجھ سے زیادہ کوئی تعریف کے قابل ہے، نہ تجھ سے زیادہ کوئی بڑائی والا ہے۔ (شرح شمائل الترمذی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعر پڑھتے بھی تھے: اور گاہ آپ کوئی مصرعہ پڑھتے بھی تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عناہ سے کسی نے پوچھا کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی شعر بھی پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں مثال کے طور پر کبھی عبداللہ بن رواحہ کا کوئی شعر پڑھ لیتے تھے (اور کبھی کبھی کسی اور شاعر کا بھی) چنانچہ کبھی طرفہ کا یہ مصرعہ بھی پڑھ دیا کرتے تھے **وَيَاتِيْکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ** یعنی تیرے پاس خبریں کبھی وہ شخص بھی لے آتا ہے، جس کو تو نے کسی قسم کا معاوضہ نہیں دیا۔ (شمائل ترمذی)

شارح شمائل ترمذی لکھتے ہیں کہ یہ مصرعہ حضرت ابن رواحہ کا نہیں بلکہ طرفہ ابن عبد کا ہے، جس کا نام عمرو ہے، جو زمانۂ جاہلیت کا معروف شاعر ہے۔ سبعہ معلقہ نمبر ۲ میں یہ شعر اس طرح موجود ہے۔۔۔

سَتُبْدِیْ لَکَ الْاَیَّامُ مَا کُنْتَ جَاهِلًا   وَيَأْتِيْکَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ

یعنی زمانہ تیرے سامنے ایسے واقعات لائے گا اور ایسے حالات بیان کرے گا، جن سے تو اس وقت تک بے خبر ہے اور تمہارے پاس خبریں لانے والا بھی ایسا فرد ہوگا، جس کو تو نے کوئی معاوضہ ادا نہیں کیا اور نہ زادِ راہ دیا۔ (۱۲۰)۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض اشعار کو پسند فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ سچا کلمہ جو کسی شاعر نے کہا، وہ لبید بن ربیعہ کا یہ کلمہ ہے

اَلَا کُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ آگاہ ہو جاؤ، اللہ جل شانہ کے سوا دنیا کی ہر چیز فانی ہے۔ (شمائل ترمذی)۔ یہ مصرعہ اس آیت کریمہ کا معنی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **کُلُّ شَيْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ** (سورۃ القصص ۸۸)۔ ہر چیز حلاک ہونے والی ہے مگر ذات اس کی۔ اور مصرعہ کی شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہے **وَهُوَ زُبْدَةُ مَسْئَلَةِ التَّوْحِيْدِ وَعُمْدَةُ کَلِمَةٍ وَعُمْدَةُ کَلِمَةِ التَّفْرِيْدِ مِنْ قَوْلِ بَعْضِهِمْ لَيْسَ فِي الدَّارِ غَيْرُهٗ دَيَّارٍ و قول اخر سوی اللہ و اللہ مَا فِي الْوُجُوْدِ** (جمع الوسائل ج ۲ ص ۴۲)۔

یہ مکمل شعر اس طرح ہے

اَلَا کُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ   وَكُلُّ نَعِيْمٍ لَا مَحَالَةَ زَائِلٌ

نَعِيْمُکَ فِي الدُّنْيَا غُرُوْرٌ وَّحَسْرَةٌ   وَاَنْتَ قَرِيْبًا عَنْ مَقِيْلِکَ رَاحِلٌ

جندب بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک پتھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلی میں لگ گیا تھا، جس کی وجہ سے وہ خون میں آلودہ ہوگئی تھے، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ شعر پڑھا:

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ   وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ

تو ایک انگلی ہے، جس کو اس کے سوا کوئی مضرت نہیں پہنچی کہ خون آلودہ ہوگئی اور یہ بھی

رائیگاں نہیں بلکہ اللہ جل شانہ کی راہ میں یہ تکلیف پہنچی ،جس کا ثواب ملے گا۔معلوم ہوا یہ ہے کہ اچھے اشعار پڑھنا سننا جائز ہیں۔

مجالس خیر میں قصائد نبویہ ﷺ اور نعت پڑھنا

ڈاکٹر سعود بن عبداللہ۔توثیق قصیدہ بانت سعاد کے ص ۴۶ پر لکھتے ہیں کہ مدح کرنی والے سے مدح (نعت) سننا جائز ہے جبکہ مدح سچی ہو۔اس لئے کہ رسول کریم ﷺ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ سے (مسجد میں) ان کا قصیدہ سنا تھا اور اس میں آپ ﷺ مدح اور تعریف ہے اور اگر (قصیدہ نعتیہ) پڑھنا جائز نہ ہوتا آپ ﷺ حضرت کعب پر اعتراض کرتے اور انکار فرماتے اور اسی لئے ہمیشہ اہل فضل حضرات اپنی مجالس میں آپ ﷺ کی تعریف کرتے تھے ان تعریف کرنیوالوں کا کسی نے انکار نہیں کیا اور مسجد میں شعر (حمد،نعت والے) پڑھنا جائز ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت کعب بن زہیر نے رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں شعر پڑھے تھے اور آپ کی موجودگی میں اور اسی طرح دیگر مساجد میں بھی اور شعر سننے کیلئے لوگوں کے اجتماع میں کوئی حرج نہیں اگرچہ غزل ہو یا مجلس میں حاضرین کی مدح وتعریف ہو اور اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ ممدوح مدح کرنیوالوں کو ھدیہ پیش کریں خواہ نقدی کی صورت میں ہو جبکہ مدح سچی ہو۔اور ممدوح اس تعریف و مدح کے لائق ہو جب کوئی شاعر دین یا رسول ﷺ کی شعروں میں ھجو و برائی بیان کرے تو اس کو قتل کرنا جائز ہے قرآن وحدیث کو سمجھنے کیلئے عربی اشعار حفظ کرنا بھی جائز ہے۔**جواز التبرک باثار الرسول مما فدلامس حندہ الشریف** اور دوسروں کے تبرک حاصل کرنے کا یہ حکم نہیں ہے

(توثیق قصیدہ بانت سعاد ص ۴۶ مختصرا)۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا مرتبہ سب سے افضل اور اعلیٰ ہے۔

اور قصیدہ بانت سعاد مسجد میں پڑھا اور سنا گیا تھا اس لئے اجتماعی صورت میں پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے **وَيُؤْخَذُ مِنْ هٰذَا الْاَمْرِ الْاِجْمَاعُ عَلَى اِسْتِحْبَابِ الْاِجْتِمَاعِ لِسَمَاعِ هٰذِهِ الْقَصِيْدَةِ لِمَا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ مِنْ نُعُوْتِ الْحَضْرَةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ وَاَوْصَافِ اَصْحَابِ الْمَرْضِيَّاتِ** (کعب بن زہیر وبردتہ فی مدح خیر البشر)۔

قصیدہ سواد بن قارب رضی اللہ عنہ

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ اپنے ایمان لانے کا واقع بیان کرتے ہیں کہ میں ھند میں گیا ہوا تھا ایک جن میرا تابع تھا۔ایک شب میں سویا ہوا تھا۔اور اس نے آکر مجھے خواب میں کہا: اٹھو اور میری بات غور سے سنو اللہ تعالیٰ نے قبیلہ لوی بن غالب سے ایک نبی مبعوث فرمایا ہے دوڑو اور اس پر ایمان لاؤ تین رات یوں ہی ہوتا رہا۔اس کے بار بار کہنے سے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوگئی۔میں اونٹنی پر سوار ہوا اور مکر مکرمہ پہنچا۔وہاں میں نے دیکھا کہ لوگ حضور کے اس پاس حلقہ بنائے بیٹھے ہیں۔

جب حضور ﷺ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا: **مرحبابک یاسواد بن قارب؛ قد علمنا ماجاءبک** (اے سواد خوش آمدید جو تجھے لے آیا ہے،ہم اس کو بھی جانتے ہیں)۔میں نے عرض کیا: یارسول اللہ میں نے چند شعر عرض کئے ہیں اجازت ہو تو پیش کروں حضور نے اجازت دی انہوں نے قصیدہ پیش کیا۔ابتدا میں اپنے خواب کا واقعہ بیان کیا۔

اَتَانِیْ نَجِیِّیْ بَعْدَ ھَدْءٍ وَرَقْدَۃٍ ۞ وَلَمْ یَکُ فِیْمَا قَدْ بَلَوْتُ بِکَاذِبٍ

سکون اور نیند کے بعد میرے پاس میرا جن آیا، میں جو کچھ بیان کرنے لگا ہوں اس میں میں ذرہ بھر بھی جھوٹا نہیں ہوں۔

ثَلَاثَ لِیَالٍ قَوْلُہٗ کُلَّ لَیْلَۃٍ ۞ اَتَاکَ نَبِیٌّ مِنْ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبٍ

وہ جن برابر تین راتیں میرے پاس آتا رہا ہر رات وہ یہی کہتا کہ لوئی بن غالب میں سے ایک عظیم الشان رسول ﷺ تیرے پاس تشریف لا چکے ہیں۔

فَرَفَّعْتُ اَذْیَالَ الْاِزَارِ وَشَمَّرَتْ ۞ بِیَ الْعِرْمِسُ الْوَجْنَا ھُجُوْلَ السَّبَاسِبِ

میں نے اپنے تہبند کے دامن کو اٹھالیا اور مجھے میری سریع رفتار موٹے رخساروں والی اونٹنی ٹیلوں کے درمیان گرد و غبار میں سے ہی لے اڑی۔

فَاَشْھَدُ اَنَّ اللّٰہَ لَا رَبَّ غَیْرَہٗ ۞ وَاَنَّکَ مَاْمُوْنٌ عَلٰی کُلِّ غَائِبٍ

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں ہے اور آپ کو ہر قسم کے غیبوں کا امین بنایا گیا ہے)۔

وَاَنَّکَ اَدْنٰی الْمُرْسَلِیْنَ وَسِیْلَۃً ۞ اِلَی اللّٰہِ یَا ابْنَ الْاَکْرَمِیْنَ الْاَطَائِبِ

(اے بزرگوں اور پاکبازوں کے فرزند تمام رسولوں سے آپ کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت قریب ہے)۔

فَمُرْنَا بِمَا یَاْتِیْکَ یَا خَیْرَ مَرْسَلٍ ۞ وَاِنْ کَانَ فِیْمَا جَاءَ شَیْبُ الذَّوَائِبِ

(جو وحی آپ کے پاس آتی ہے آپ ہمیں اس کا حکم دیجئے ہم حضور کے ارشاد کی تعمیل کریں گے خواہ تعمیل حکم میں ہمارے بال ہی سفید ہو جائیں۔

وَکُنْ لِیْ شَفِیْعًا یَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَۃٍ ۞ سِوَاکَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبٍ

یا رسول اللہ اس روز سعاد بن قارب کی شفاعت فرمائیے جب کہ حضور کے بغیر کسی کی شفاعت کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔ عشق و محبت، ایمان و یقین سے لبریز یہ اشعار سن کر حضور ﷺ ہنس دیئے۔ یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور مجھے فرمایا: **افلحت یا سواد** تو دونوں جہانوں میں کامیاب ہو گیا۔ (تفسیر ابن کثیر سورت احقاف دلائل النبوت لامام بیہقی ج ۲ ص ۲۵۰)

خیال رہے کہ سیرت ابن ھشام میں **سِوَاکَ بِمُغْنٍ** کی بجائے **بِمُغْنٍ فَتِیْلًا** مذکور ہے۔

اس قصیدہ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت عطا فرمائی اور نبی ﷺ نے خود سنا اور خوشی مسرت دکا اظہار فرمایا۔ اور حضرت سواد بن قارب کو دنیا اور آخرت کی کامیابی کی بشارت دی۔

اے اللہ راقم الحروف نبی کریم ﷺ کی شفاعت کا حصول کی درخواست کرتا ہے۔ ہم سب کے حق میں قبول فرما۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث نقشبندی مجددی حنفی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ سواد بن قارب کی پیروی اور تتبع میں قصیدہ اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم نہایت ہی ایمان افروز تحریر کیا تھا جو بعض مدارس میں پڑھایا جاتا ہے۔

رضی اللہ عنہ وعن جمیع الصحابۃ والقرابۃ والحقنا بہ وبھم فی محفل شفاعۃ النبی لہ ولھم علی الحوض۔

اللھم افتح لنا بالخیر واختم لنا بالخیر واجعل عاقبۃ امورنا بالخیر۔

(۵۴) **زَالُوْا فَمَا زَالَ اَنْکَاسٌ وَلَا کُشُفٌ ۞ عِنْدَ اللِّقَاءِ وَلَا مِیْلٌ مَعَازِیْلُ**

ترجمہ: وہ لوگ ہجرت کر گئے پس وہ ہمیشہ تھے نہ کمزور، نہ بے ڈھال بموقع جنگ اور نہ وہ تھے بے تیغ اور نہ بغیر اسلحہ۔

ہجرت کر گئے تو لوگ ایسے تھے کہ جنگ کے موقع پر کمزور بے ڈھال بے تلوار اور بے ہتھار (بلکہ مضبوط اور ماہر جنگ تھے)۔ وہ پہلے ان میں ناتواں لڑائی کے موقعہ پر بے سپر اور تیغ وسنان تھے۔

الراقم بندۂ عاجز ابوعاصم غلام حسین ماتریدی

کمپوزر حلیمہ سعدیہ، معاون محمد مجتبیٰ

ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ، مارچ ۲۰۱۴ء

فہرست

ماخذ ومراجع

شرح دیوان کعب بن زھیر بروایة	امام ابوسعید السکری متوفی ۲۷۵ھ
شرح قصیدہ بانت سعاد	ابوالبرکات ابن الانباری متوفی ۳۲۷ھ
شرح قصیدہ کعب زھیر	ابوزکریا یحی بن علی خطیب تبرندی متوفی ۵۰۲ھ
شرح بانت سعاد	علامہ عبداللطیف بن یوسف البغدادی ۶۲۹ھ
شرح بانت سعاد	جمال الدین ھشام نحوی متوفی ۷۶۱ھ
دیوان کعب بن زھیر	تحقیق داکٹرس درویش الجویدی
مختصر شرح بانت سعاد واعرابھا	ابراھیم بن محد الخمی متوفی ۷۹۰ھ
شرح قصیدہ بانت سعاد	لابن حجة الحموی متوفی ۸۳۷ھ
مصدق المفضل	قاضی شھاب الدین دولت آبادی متوفی ۸۴۸
کنہ المراد فی بیان بانت سعاد	امام جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ
فتحہ باب سعاد شرح قصیدہ بانت سعاد مخطوطہ (نامکمل)	علامہ علی بن سلطان القاری ۱۰۱۴ھ
کعب بن زھیر شاعر البردة	بیار یوسف قلیمة
دیوان کعب بن زھیر	تحقیق استاد علی فاعور
الارشاد شرح بانت سعاد	عبداللہ مجددی سرہندی مطبوعہ سن اشاعت ۱۳۸۸ھ
شرح قصیدہ بانت سعاد مخطوطہ	سید عبداللہ بن عمر
شرح قصیدہ بانت سعاد مخطوطہ	علامہ زین الدین عبدالعزیز
کعب بن زھیر وبدتہ فی مدح خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	

توثیق بانت السعاد فی المتن والاسناد — ڈاکٹر سعود سن اشاعت ۱۴۲۰ھ

بانت سعاد فی المامات شتی — احمد الشرقاوی اقبال

حاشیہ علی شرح ابن ھشام — عبدالقادر بغدادی متوفی ۱۰۹۳ھ

شرح قصیدہ بانت سعاد مخطوطہ — ناصر الناصری تالیف ۱۱۰۰ھ

اقصی المراد بشرح بانت سعاد مخطوطہ — یوسف بن سالم خفی ۱۱۷۶ھ

الاسعاد علی حاشیہ بانت سعاد — شیخ ابراھیم باجوری متوفی ۱۲۷۷ھ

اجوھر الوقار فی شرح بانت سعاد مخطوطہ — احمد بن محمد الانصاری سن تالیف ۱۲۵۳ھ

فی التذوق الجمالی والاسلوبی لقصیدۃ بانت سعاد — دکتور محمد علی ابوحمدۃ

دلائل النبوت — للامام البیہقی

سیرت ابن ھشام اردو

الروض الانف (اردو) — امام ابوالقاسم عبدالحسن سھیلی متوفی ۵۸۱ھ

السیرت النبویۃ — لابن ھشام محشی متوفی ۲۱۳ھ

البدایہ والنھایہ — حافظ عماد الدین ابن کثیر ۷۷۴ھ

حاشیہ المجموعۃ النبھانیۃ ج ۳ — للیوسف نبھانی متوفی ۱۳۰۵ھ

عیون الاثر — حافظ ابوالفتح محمد بن محمد بن سید الناس متوفی ۷۳۴۰ھ

بھجۃ المحافل وبغیۃ الاماثل — امام یحی بن ابی بکر یمانی شافعی ۸۹۲ھ

الجامع فی التاریخ الادب العربی — حنا الفاخوری سن اشاعت ۱۹۸۰ء

العصر الاسلامی — شوق ضیف تاریخ ۲۰۰۲ء

جمھرۃ اشعار العرب فی الجاھلیۃ والاسلام — ابوزید محمد بن ابی الخطاب القرسی

المدائح النبویۃ — ڈاکٹر محمود سالم محمد

برصغیر پاک وہند میں عربی نعتیہ شاعری — ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی طبع اول ۱۴۲۳ھ

اردو میں ملادالنبی — محمد ظفر جاوید صدیقی سن اشاعت مارچ ۱۹۹۸ء